مفت سلسلہ اشاعت نمبر 62

اِخلاق الصَّالحِیْن

حضرت علامہ مولانا مفتی
مُحمّد شریف کوٹلوی علیہ الرحمہ

جمعیت اشاعت اہلسنت
نور مسجد کاغذی بازار،
کراچی۔ کوڈ 74000

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

نام کتاب ـــــ اخلاق الصالحین والمصطفی والآل والاصحاب

مصنف ـــــ حضرت علامہ مولانا شریف صاحب کوٹلوی علیہ الرحمہ

ضخامت ـــــ ۲۸ صفحات

تعداد ـــــ ۲۰۰۰

سن اشاعت ـــــ اگست ۱۹۹۸

☆☆ ناشر ☆☆

جمعیت اشاعت اہلسنت

نور مسجد میٹھادر کراچی پاکستان

❀❀ حرف آغاز ❀❀

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے ہمیں حضور نبی کریم ﷺ کی غلامی کا شرف بخشا۔ اور ہمیں انسان بنایا۔ ہر انسان کو زندگی گزارنے کے لئے کچھ قواعد کی پابندی کرنی پڑتی ہے اور زندگی گزارنے کے لئے اچھے اخلاق و اطوار کی اشد ضرورت ہوتی ہے' تاکہ اس کی زندگی ایک معیاری زندگی ہو۔

زیر نظر کتاب اخلاق الصالحین' عنوان اخلاق پر بڑی جامع اور عمدہ کتاب ثابت ہوئی ہم نے سوچا کہ اس کتاب کو طبع کرا کے عوام الناس میں مفت تقسیم کیا جائے۔ چونکہ یہ کتاب علامہ ابو یوسف محمد شریف صاحب رحمتہ اللہ علیہ کوٹلوی کی تصنیف ہے اس لئے ان کے فرزند ارجمند شیر پنجاب حضرت علامہ ابوالنور محمد بشیر صاحب کوٹلوی کی اجازت درکار تھی علامہ موصوف سے خط کے ذریعہ اس کی طباعت کی اجازت حاصل کی۔ حضرت علامہ نے بخوشی عنایت فرمائی جس کے ہم بہت مشکور ہیں۔

زیر نظر کتاب میں مؤلف علیہ الرحمہ نے تمام چیزوں کو بڑے آسان اور عام فہم انداز میں تحریر فرمایا ہے۔ جو انہی کا حصہ ہے اس حقیقت کا کوئی انکار ہی نہیں کر سکتا کہ اس کتاب کو پڑھ کر اگر انسان عمل کرے تو آج کا یہ انسان واقعی انسان بن سکتا ہے۔ یاد رہے کہ زیر نظر کتاب انجمن اشاعت اسلام (☆) کی چھٹی اشاعت ہے

ہم ان تمام حضرات کے بیحد مشکور ہیں جو انجمن (☆) سے گاہے بگاہے تعاون کرتے ہیں۔ اور ساتھ ہی ہم حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری صاحب کے بھی اتنے ہی ممنون ہیں کہ موصوف نے عدیم الفرصتی کے باوجود اخلاق الصالحین کی اشاعت میں بھرپور حصہ لیا۔

(☆) یہی انجمن اشاعت اسلام بعد میں جمیعت اشاعت اہلسنّت پاکستان کے نام سے موسوم ہوئی

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس سعی کو قبول فرمائے، اور مسلمانوں کی اصلاح کا ذریعہ بنائے۔ آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

سگ غوث و رضا

محمد الیاس قادری غفرلہ

(سابقہ) خطیب نور مسجد۔ اولڈ ٹاؤن

(حالیہ) امیر دعوت اسلامی

اخلاق الصالحین جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان کی جانب سے شائع ہونے والی **باسٹھویں (۶۲)** کتاب ہے۔ کسی زمانے میں یہ کتاب انجمن اشاعت اسلام (جو کہ بعد میں جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان کے نام سے موسوم لی گئی) نے بھی شائع کی تھی اور اس کا حرف آغاز اس وقت کے انجمن اشاعت اسلام کے سربراہ اور حالیہ دعوت اسلامی کے امیر مولانا الیاس قادری صاحب نے تحریر فرمایا تھا لہٰذا ادارہ ان کے حرف آغاز کو من و عن شائع کر رہا ہے۔

ساتھ ہی ہم خطیب مشرق حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی صاحب علیہ الرحمہ کی مرتب کردہ کتاب عقائد اہلسنّت سے ایک مضمون بنام "صحابہ کرام کا عشق رسول ﷺ" جو کہ تقریباً ۱۲ صفحات پر مشتمل ہے اور جسے مولانا محمد احمد اشرفی اعظمی صاحب نے تحریر کیا ہے اس کو بھی ساتھ میں شائع کر رہے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

پہلی نظر

اس دور پر فتن میں بدامنی و بے چینی کا پورے عالم پر تسلط ہے۔ اور انسان اپنی بد عملیوں کے باعث انتہائی کرب و پریشانی کی گرفت میں آچکا ہے۔ اس مصیبت کی بڑی اور حقیقی وجہ خوف خدا کا فقدان اور اتباع رسول سے روگردانی ہے۔ حضور ﷺ کے بعد نبی تو کوئی پیدا نہیں ہوسکتا۔ ہاں اولیائے کرام کا سلسلہ جاری ہے۔ حضور ﷺ کی امت میں ایسے ایسے نفوس قدسیہ پیدا ہوئے جن کا وجود حضور علیہ السلام کے کامل اتباع کی بدولت ہم جیسے بد عملوں کے لئے مشعل راہ ہے۔ ان اللہ والوں کے اخلاق اور ان کی سیرت کا پڑھنا، پڑھانا، سننا اور سنانا اور اسے اپنانا مسلمانوں کے دین و دنیا کو سنوارنے کے لئے ایک کامیاب علاج ہے۔ ان اللہ والوں نے اپنی زندگیاں کس رنگ میں گزاریں ؟ ان کے دن رات کیسے بسر ہوتے رہے ؟ ان کا ایک ایک لمحہ کس طرح گزرتا رہا ؟ ان باتوں کا جواب دل کے کانوں سے سنا جائے اور پھر اسے اپنا دستور العمل بنالیا جائے تو یقیناً ہماری جملہ پریشانیاں دور ہوسکتی ہیں اور رنج و مصائب میں گھری ہوئی دنیا حقیقی مسرتوں اور سچی خوشیوں سے پھر آشنا ہوسکتی ہے۔

حقوق اللہ اور حقوق العباد دو ایسی چیزیں ہیں جن کا خیال رکھنا انسان کے لئے بہرحال ضروری ہے۔ اور ان میں سے کسی ایک سے بھی غفلت برتنا دین و دنیا کے نقصان کا موجب ہے۔ مگر افسوس کہ آج کل حقوق اللہ اور حقوق العباد ان دونوں ہی سے غفلت برتی جارہی ہے۔ جس کا بھیانک نتیجہ سب کے سامنے ہے کہ امن و چین عنقا ہے اور بدامنی و بے چینی عام ہے۔ اولیاء کرام علیہم الرحمہ، حقوق اللہ و حقوق العباد کی ادائیگی میں ہروقت سرگرم رہتے تھے۔ اور ان کی مبارک زندگیوں میں ایک لمحہ بھی ایسا نہیں نظر آتا جو ان سے غفلت میں گزرا ہو۔

والدی المعظم فقیہ اعظم علیہ الرحمتہ نے اس موضوع پر بھی قلم اٹھایا اور ان اللہ والوں کے اخلاق اور ان کے مبارک حالات کو مختصر طور پر جمع فرماکر مسلمانوں کے لئے ایک بہترین روحانی تحفہ تیار فرما دیا ہے۔ میں آج اس روحانی تحفہ کو شائع کر کے مسلمانوں کی خدمت میں پیش کرتا ہوں اور درخواست کرتا ہوں کہ اسے بار بار پڑھئے اور پڑھایئے سنئے اور سنایئے۔ اپنے بچوں کو بھی سمجھایئے۔ اور ان مبارک اخلاق کو اپنایئے۔

خدا تعالیٰ مجھے اور آپ کو ان اللہ والوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

ابو النور محمد بشیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اخلاق الصالحین

اس زمانہ میں جبکہ الحاد و زندقہ دن بدن ترقی پر ہے۔ کفر و بے دینی کا زور ہے۔ سچے مسلمان سلف صالحین کے متبع' خال خال نظر آتے ہیں۔ کور باطنوں نے اسلام کو بازیچہ اطفال بنا رکھا ہے۔ اپنے اپنے خیال سے اسلام کو کسی نے کچھ سمجھ رکھا ہے' کسی نے کچھ' کوئی تو محض ہمدردی کو اسلام سمجھتا ہے' کوئی بے دینوں سے مل جل کر رہنے میں اتفاق اور اسی کو خلاصہ اسلام سمجھ کر علمائے دین و مشائخ امت پر تفرقہ بازی کا الزام لگاتا ہے۔ کوئی داڑھی منڈانے اور انگریزی ٹوپی پہننے میں اسلام کی ترقی سمجھتا ہے۔ کوئی مستورات کی بے پردگی میں اپنا عروج جانتا ہے۔ غرض کہ مذہب کو دنیا سے نیست و نابود کرنے کے لئے ہمہ تن کوشاں ہیں۔ میں نے بحکم **"الدین النصیحہ"** اپنے دینی بھائیوں کی ہدایت کے لئے ارادہ کیا کہ صالحین کا عملدر آمد' ان کا طریقہ ان کے اخلاق لکھوں تاکہ سچے مسلمانوں کا طریقہ پیش نظر رہے اور ہم کوشش کریں کہ حق سبحانہ وتعالیٰ ان بزرگان دین کے قدم بقدم چلنے کی توفیق دے' اور ہماری عادات' ہمارے اخلاق' ہمارا تمدن بعینہ وہ ہو جو ان حضرات کا تھا۔ اور جس شخص کو ہم اس کے برخلاف دیکھیں' وہ کیسا ہی لیکچرار' کیسا ہی لیڈر ہو' اس کی صحبت کو ہم قاتل سمجھیں۔ **وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب۔**

اتباع قرآن و سنت

سلف صالحین کی یہ عادت مبارکہ تھی کہ وہ ہر امر میں قرآن و سنت کا اتباع کیا کرتے تھے اور اس کے خلاف کو الحاد و زندقہ سمجھتے تھے۔ چنانچہ امام شعرانی علیہ الرحمہ تنبیہ **المغترین** میں سید الطائفہ جنید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ فرماتے ہیں : ۔

کتابنا ھذا یعنی القران سید الکتب واجمعھا و شریعتنا اوضح الشرائع وادقھا و طریقتنا یعنی طریق اھل التصوف مشیدۃ بالکتب والسنتہ فمن لم یقراء القران و یحفظ السنتہ و یفھم معانیھما لا یصح الاقتداء بہ

کہ ہماری کتاب قرآن شریف سب کتابوں کی سردار و جامع ہے۔ اور ہماری شریعت سب شریعتوں سے واضح اور ادق ہے۔ اور اہل تصوف کا طریق قرآن و سنت کے ساتھ مضبوط کیا گیا ہے۔ جو شخص قرآن و سنت نہ جانتا ہو۔ نہ ان کے معانی سمجھتا ہو' اس کی اقتداء صحیح نہیں۔ یعنی اسے اپنا پیشوا بنانا جائز نہیں"۔

اور آپ اپنے احباب سے فرمایا کرتے تھے۔ اگر تم کسی آدمی کو ہوا میں چار زانو بیٹھا دیکھو تو اس کا اتباع نہ کرو۔ تاوقتیکہ امر و نہی میں اس کی جانچ نہ کرلو۔ اگر اسے دیکھو کہ وہ امر الٰہی پر کاربند اور نواہی سے پرہیز کرتا ہے' تو اس کو سچا جانو اور اس کا اتباع کرو۔ اگر ایسا نہ ہو تو اس سے پرہیز رکھو۔

امام شعرانی فرماتے ہیں کہ ایک ایسا **شخص** میرے پاس آیا جس کے ساتھ اس کے معتقدین کی ایک جماعت تھی۔ وہ **شخص بے علم تھا۔ اس کو فنا و بقا میں کوئی ذوق حاصل نہ** تھا۔ میرے پاس چند روز ٹھہرا میں نے اسے ایک دن پوچھا کہ وضو اور نماز کی شرطیں بتاؤ کیا ہیں؟ کہنے لگا میں نے علم حاصل نہیں کیا۔ میں نے کہا۔ **بھائی!** قرآن و سنت کے ظاہر پر عبادات کا صحیح کرنا لازم ہے۔ جو شخص واجب اور مستحب' حرام اور مکروہ میں فرق نہیں جانتا وہ تو جاہل ہے اور جاہل کی اقتداء نہ ظاہر میں درست ہے نہ باطن میں۔ اس نے اس کا کوئی جواب نہ دیا اور چلا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کے شر سے بچالیا۔

معلوم ہوا جو لوگ تصوف کو قرآن و سنت کے خلاف سمجھتے ہیں' وہ سخت غلطی پر ہیں۔ بلکہ تصوف میں اتباع قرآن و سنت نہایت ضروری امر ہے۔ کیونکہ قوم کی اصطلاح میں صوفی وہی شخص ہے' جو عالم ہو کر اخلاص کے ساتھ اپنے علم پر عمل کرے۔ ہاں حضرات مشائخ علیہم الرحمہ اپنے ارادت مندوں کو مجاہدات و ریاضات کی ہدایت کرتے ہیں۔ جو عین اتباع شریعت ہے۔ متقدمین میں ایسے لوگ بھی تھے کہ جب کسی امر میں ان کو کتب شرعی میں کوئی دلیل نہ ملتی تھی۔ تو وہ جناب رسول مقبول ﷺ کی مقدس جناب میں اپنے دلوں کے ساتھ متوجہ ہوتے اور بارگاہ عالیہ میں پہنچ کر اس مسئلہ کو دریافت کرلیا کرتے تھے۔ اور حضور ﷺ کے ارشاد پر عمل کرلیا کرتے تھے۔ امام شعرانی فرماتے ہیں کہ **ان ذلک خاص باکابر الرجال**۔ کہ یہ بات اکابر کے لئے خاص ہے۔

فضیل بن عیاض فرماتے ہیں کہ۔ **اتبع طرق الهدى ولا يضرك قلة السالكين و اياك و طرق الضلالة ولا تغتر بكثرة السالكين**۔ یعنی ہدایت کا طریقہ اختیار کرو۔ اس

پر چلنے والے تھوڑے بھی ہوں تو بھی مضر نہیں۔ اور گمراہی کے راستوں سے بچو۔ گمراہی پر چلنے والے بہت ہوں تو مفید نہیں"۔ ابو یزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں **لو نظرتم الى رجل اعطى من الكرامات حتى تربع فى الهواء فلا تغتروا به حتى تنظروا كيف تجدونه عند الامر والنهى و حفظ الحد و دواء الشريعته**۔ یعنی اگر تم دیکھو کہ ایک شخص یہاں تک اسے کرامات دی گئی ہیں کہ وہ ہوا پر چار زانو بیٹھے تو اس کے دھوکے میں نہ آؤ یہاں تک کہ دیکھو کہ وہ اللہ تعالیٰ کے امر و نہی و حفظ حدود ادائے شریعت میں کیسا ہے۔

سید الطائفہ جنید بغدادی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ **الطريق كلها مسدود الا على من اقتفى اثر الرسول و قال من لم يحفظ القران ولم يكتب الحديث لايقتدى به فى هذا الامر لان علمنا مقيد بالكتب والسنته**۔ کہ سب راستے بند ہیں مگر جو شخص رسول کریم ﷺ کی اتباع کرے اور فرمایا کہ جس شخص نے قرآن یاد نہ کیا ہو اور نہ حدیث لکھی ہو' اس کی اقتداء اس امر میں نہ کی جائے گی کیونکہ ہمارا علم قرآن و حدیث کے ساتھ مقید ہے"۔ ابو سعید خراز علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ جو باطن' ظاہر شرع کے خلاف ہو وہ باطل ہے۔ (نزہتہ الناظرین)

سری سقطی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں **الصوفى هو الذى لايطفى نور معرفته نور ورعه و لايتكلم بباطن فى علم ينقضه عليه ظاهر الكتاب ولا تحمله الكرامات على هتك محارم الله** کہ صوفی وہ شخص ہے جس کی معرفت کا نور اس کی پرہیزگاری کے نور کو نہ بجھائے یعنی اوامر پر اس کا عمل ہو۔ اور نواہی سے بچتا ہو اور کوئی باطن کی ایسی بات نہ کرے۔ جس کو ظاہر قرآن توڑتا ہو۔ اور کرامات اسے اللہ کی محرمات کی ہتک پر **برانگیختہ** نہ کریں۔ حاصل یہ کہ وہ شریعت کا سچا و پکا تابعدار ہو۔

ایک شخص جس کی زیارت کے لئے دور دور سے لوگ آتے تھے وہ بڑا مشہور زاہد تھا۔ اس کی شہرت کی خبر سن کر حضرت ابو یزید بسطامی علیہ الرحمہ نے اپنے بعض احباب کو فرمایا **تم بناحتى ننظر الى هذا الرجل الذى قد شهر نفسه بالولايه** کہ آؤ ہم اس شخص کو دیکھیں جس نے اپنے آپ ولی مشہور کر رکھا ہے۔ جب آپ اس کے پاس گئے اور وہ گھر سے باہر نکلا اور مسجد میں داخل ہوا تو اس نے قبلہ شریف کی طرف منہ کرکے تھوکا۔ تو حضرت ابو یزید بسطامی علیہ الرحمہ اس کا یہ فعل دیکھ کر بغیر ملاقات واپس چلے آئے اور

اس کو سلام بھی نہ کیا اور فرمایا۔ **ھذا رجل غیر مامون علے ادب من اداب رسول اللہ ﷺ فیکف یکون مامونا علے ما یدعیہ** کہ یہ شخص رسول اللہ ﷺ کے آداب میں سے ایک ادب کا بھی امین نہیں۔ تو ولایت جس کا یہ دعوی کرتا ہے اس کا امین کیسے ہوسکتا ہے۔

یہاں سے معلوم ہوسکتا ہے کہ حضرات مشائخ کرام رحمہم اللہ کس قدر شریعت کے پابند تھے۔ مشکواۃ شریف میں ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس نے قبلہ کی طرف منہ کرکے تھوکا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا **لا یصلی لکم** کہ یہ تمہاری جماعت نہ کرائے۔ اس نے پھر جماعت کرانے کا ارادہ کیا تو لوگوں نے اس کو منع کیا اور اس کو خبردی کہ رسول کریم ﷺ نے تمہارے پیچھے نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ پھر حضور علیہ السلام کی خدمت میں یہ واقعہ پیش ہوا۔ تو آپ نے فرمایا ہاں (میں نے منع کیا ہے) **انک قد اذیت اللہ ورسولہ**۔ کہ تو نے (قبلہ کی طرف تھوک کر) اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دی۔ (ابو داؤد)

یہاں سے معلوم کرلینا چاہئے کہ دین میں ادب کی کس قدر ضرورت ہے۔ اور سرور عالم ﷺ نے قبلہ شریف کی بے ادبی کرنے کے سبب منع فرمایا کہ یہ شخص نماز نہ پڑھائے جو شخص سر سے پاؤں تک بے ادب ہو۔ سرور عالم ﷺ کے حق میں گستاخ ہو۔ ائمہ دین کی بے ادبی کرتا ہو۔ حضرات مشائخ پر طرح طرح کے تمسخر کرے۔ کیا ایسا شخص امام بننے کا شرعا حق رکھتا ہے ؟ ہرگز نہیں۔

ابو سلیمان دارانی فرماتے ہیں **و بماتقع فی قلبی النکتہ من نکت لقوم ایاما فلا اقبل منہ الا بشاھدین عدلین من الکتاب والسنہ**۔ کہ بسا اوقات میرے دل میں کوئی نکتہ نکتوں میں سے واقع ہوتا ہے۔ تو میں قبول نہیں کرتا۔ جب تک قرآن و حدیث دو شاہد اس کے مثبت نہ ہوں۔

ذوالنون مصری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالٰی کی محبت کی علامات میں سے ہے کہ جناب رسول کریم ﷺ کے اخلاق و افعال اور امر و سنن میں ان کی متابعت کی جائے۔

بشر حافی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی عالم رویا میں زیارت کی۔ آپ نے فرمایا اے بشر ! **ھل تدری بم رفعک اللہ تعالی من بین اقرانک**۔

کہ تو جانتا ہے کہ اللہ تعالٰی نے تیرے ہمعصروں پر تجھے کیوں رفعت دی۔ میں نے عرض کی کہ یارسول اللہ ﷺ ! میں نے نہیں جانا۔ آپ ﷺ نے فرمایا **باتباعک لسنتی و خدمتک للصالحین و نصیحتک لاخوانک و محبتک لاصحابی و اھل بیتی' ھو الذی بلغک منازل الابرار**۔ آپ ﷺ نے فرمایا میری سنت کے اتباع کے سبب اور صالحین کی خدمت اور برادران اسلام کو نصیحت کرنے کے سبب اور میرے اصحاب و اہل بیت کی محبت کے سبب اللہ تعالٰی نے تجھے پاک لوگوں کے مرتبہ میں پہنچایا۔ **(الی ھھنا منقول من رسالتہ القشیری)** اب سوچنا چاہئے کہ یہ لوگ علماء طریقت و مشائخ ملت و کبرائے حقیقت ہیں اور یہ سب کے سب شریعت محمدی کی تعظیم کرتے ہیں۔ اور اپنے باطنی علوم کو ملت حنفیہ و سیرت احمدیہ کے تابع رکھنا لازم سمجھتے ہیں تو اب وہ جہلاء قوم جو شریعت کی بالکل پابندی نہیں کرتے۔ نماز' روزہ پر تمسخر اڑاتے ہیں۔ داڑھیاں چٹ کراکے رات دن بھنگ اور چرس پیتے ہیں۔ اور اپنے آپ کو خدا رسیدہ سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ شرع کی اور فقیر کی قدیم سے مخالفت چلی آئی ہے۔ اور کہتے ہیں کہ ظاہری علم کے ترک سے وصول الی اللہ حاصل ہوتا ہے وغیرہ **ذلک من الخرافات**۔ ہرگز ہرگز درجہ ولایت کو نہیں پہنچ سکتے۔ ایسے لوگوں کی صحبت سے پرہیز لازم ہے۔ مولانا روم علیہ الرحمہ نے ایسے لوگوں کے حق میں فرمایا ہے۔

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست
پس بہر دستے نبائد داد دست

اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ طریق اہل اللہ' مطابق شریعت ہے اور جو لوگ شریعت کے پورے پورے تابعدار ہیں وہی اللہ کے اولیاء اور مقبول ہیں اور طریقت اسی شریعت کا نام ہے لیکن یاد رہے۔ کہ اولیائے کرام و مشائخ عظام جو کتاب و سنت کا اتباع کرتے تھے' تو بتوسط مجتہد کرتے تھے۔ کوئی ان میں سے جو کہ مجتہد نہ تھا' غیر مقلد نہ ہوا۔ چنانچہ درمختار میں لکھا ہے کہ ابراہیم ادہم' شقیق بلخی' معروف کرخی' ابو یزید بسطامی' فضیل بن عیاض' داؤد طائی' ابو حامد خلف بن ایوب' عبد اللہ ابن مبارک' "وکیع بن الجراح اور ابوبکر وراق وغیرہم رحمہ اللہ علیہم بہت سے اولیاء کرام حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کے مذہب پر ہوئے ہیں۔

ہمہ شیراں جہاں بستہ ایں سلسلہ اند

روبہ از حیلہ چساں بگسلد ایں سلسلہ را

اخلاص

سلف صالحین کی عادت مبارکہ میں اخلاص تھا۔ وہ ہر ایک عمل میں اخلاص کو مدنظر رکھتے تھے۔ اور ریا کا شائبہ بھی ان کے دلوں میں پیدا نہیں ہوتا تھا۔ وہ جانتے تھے کہ کوئی عمل بجز اخلاص مقبول نہیں۔ وہ لوگوں میں زاہد، عابد بننے کے لئے کوئی کام نہیں کرتے تھے۔ انہیں اس بات کی کچھ پرواہ نہ ہوتی تھی کہ لوگ انہیں اچھا سمجھیں گے یا برا۔ ان کا مقصود محض رضائے حق سبحانہ و تعالیٰ ہوتا تھا۔ ساری دنیا ان کی نظروں میں ہیچ تھی۔ وہ جانتے تھے کہ اخلاص کے ساتھ عمل قلیل بھی کافی ہوتا ہے۔ مگر اخلاص کے سوا رات دن بھی عبادت کرتا رہے تو کسی کام کی نہیں۔ رسول کریم ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو جب یمن بھیجا تو فرمایا **اخلص دینک یکفیک العمل القلیل۔** کہ اپنے دین میں اخلاص کر، تجھے تھوڑا عمل بھی کافی ہوگا (حاکم) حضرت علی رضی اللہ عنہ کا واقعہ ناظرین سے مخفی نہیں کہ ایک لڑائی میں ایک کافر پر آپ نے قابو پالیا۔ اس نے آپ کے منہ مبارک پر تھوک دیا تو آپ نے اسے چھوڑ دیا۔ وہ حیران رہ گیا کہ یہ بات کیا ہے؟ بجائے اس کے کہ انہیں غصہ آتا اور مجھے قتل کردیتے، انہوں نے چھوڑ دیا ہے۔ حیران ہوکر پوچھتا ہے تو آپ فرماتے ہیں۔

گفت من تیغ از پئے حق مے زنم
بندہ حقم نہ مامور تنم
شیر حقم نیستم شیر ہوا
فعل من بردین من باشد گواہ

کہ میں نے محض رضائے حق کے لئے تلوار پکڑی ہے۔ میں خدا کے حکم کا بندہ ہوں۔ اپنے نفس کے بدلہ کے لئے مامور نہیں ہوں۔ میں خدا کا شیر ہوں۔ اپنی خواہش کا شیر نہیں ہوں۔ چونکہ میرے منہ پر تو نے تھوکا ہے۔ اس لئے اب اس لڑائی میں نفس کا دخل ہوگیا۔ اخلاص جاتا رہا۔ اس لئے میں نے تجھے چھوڑ دیا ہے کہ میرا کام اخلاص سے خالی نہ ہو۔

چوں درآمد علتے اندر غزا　　تیغ را دیدم نہاں کردن سزا

جب اس جنگ میں ایک علت پیدا ہوگئی۔ جو اخلاص کے منافی تھی۔ تو میں نے تلوار کا روکنا ہی مناسب سمجھا۔ وہ کافر، حضرت کا یہ جواب سنکر مسلمان ہوگیا۔ اس پر مولانا رومی فرماتے ہیں۔

بس خجستہ معصیت کاں مرد کرد　　نے ز خارے بردمد اوراق ورد

اس کافر نے کیا مبارک گناہ کیا۔ یعنی وہ تھوکنا اس کے حق میں کیا مبارک ہوگیا کہ اسے اسلام نصیب ہوگیا۔ اس پر مولانا تمثیل بیان فرماتے ہیں کہ جس طرح کانٹوں سے گل سرخ کے پتے نکلتے ہیں۔ اسی طرح اس کے گناہ سے اسے اسلام حاصل ہوگیا۔

وہب بن منبہ فرمایا کرتے تھے **"من طلب الدنیا بعمل الاخرة نکس اللہ قلبہ و کتب اسمہ فی دیوان اہل النار"** جو شخص آخرت کے عمل کے ساتھ دنیا طلب کرے۔ خدا تعالیٰ اس کے دل کو الٹا کردیتا ہے اور اس کا نام دوزخیوں کے دفتر میں لکھ دیتا ہے"۔

وہب بن منبہ علیہ الرحمہ کا قول اس آیت سے ماخوذ ہے جو حق تعالیٰ نے فرمایا۔ **من کان یرید حرث الدنیا نؤتہ منہا و مالہ فی الاخرة من نصیب** کہ جو شخص (اپنے اعمال صالح میں) دنیا چاہے ہم دنیا سے اتنا، جتنا کہ اس کا مقرر ہے، دے دیتے ہیں۔ اور آخرت میں اس کے لئے کوئی حصہ نہیں۔

بعض بزرگان دین سے منقول ہے کہ وہ یہاں تک اخلاص کی کوشش کرتے تھے کہ وہ ہمیشہ جماعت کی صف اول میں شامل ہوتے ایک دن اتفاقاً آخری صف میں کھڑے ہوئے اور دل میں خیال آیا کہ آج لوگ مجھے آخری صف میں دیکھ کر کیا کہیں گے۔ اس خیال کے سبب لوگوں سے شرمندہ ہوگئے۔ یعنی یہ خیال آیا کہ پچھلی صف میں لوگ دیکھ کر کہیں گے کہ آج اس کو کیا ہوگیا ہے کہ پہلی صف میں نہیں مل سکا۔ اس خیال کے آتے ہی یہ سمجھا کہ میں نے جتنی نمازیں پہلی صف میں پڑھی ہیں۔ اس میں لوگوں کے لئے نمائش مقصود تھی۔ تو تیس سال کی نمازیں قضا کیں۔

معروف کرخی علیہ الرحمہ فرمایا کرتے تھے۔ **اخلصی تتخلصی** اے نفس! اخلاص کر! تاکہ تو خلاصی پائے"۔ آپ نے یہ بھی فرمایا **المخلص من یکتم حسناتہ کما یکتم سیأتہ۔** مخلص وہ ہے جو اپنی نیکیوں کو بھی ایسے ہی چھپائے جیسے کہ اپنی برائیوں کو چھپاتا ہے۔

سفیان ثوری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ مجھے میری والدہ نے فرمایا **بینی لاتتعلم العلم الا اذا نویت العمل بہ ولا نھو وبال علیک یوم القیمہ**- اے میرے بیٹے ! علم پر اگر عمل کی نیت ہو تو پڑھو- ورنہ وہ علم' قیامت کے دن تجھ پر وبال ہوگا-

حضرت حسن بصری علیہ الرحمہ ہمیشہ اپنے نفس کو مخاطب کرکے فرمایا کرتے تھے **تتکلمین بکلام الصالحین القانتین العابدین و تفعلین لعل الفاسقین المنافقین المرائین واللہ ماھذہ صفات المخلصین**- اے نفس تو باتیں تو ایسی کرتا ہے جیسے بڑا ہی کوئی صالح' عابد' زاہد ہے لیکن تیرے کام ریاکار' فاسقوں' منافقوں کے ہیں- خدا کی قسم ! مخلص لوگوں کی یہ صفات نہیں کہ ان میں باتیں ہوں اور عمل نہ ہو"- خیال فرمایئے' امام حسن بصری علیہ الرحمہ وہ شخص ہیں جنھوں نے ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا دودھ پیا' حضرت علی رضی اللہ عنہ سے خرقہ خلافت پہنا' سلسلہ چشتیہ' قادریہ اور سہروردیہ کے شیخ ہوئے- مگر نفس کو ہمیشہ ایسا ہی جھڑکا کرتے تھے تاکہ اس میں ریا نہ پیدا ہو- ایک ہم بھی ہیں بدنام کنندہ نکونامے چند کہ ہم اپنی ریاکاریوں کو عین اخلاص سمجھتے ہیں-

ذوالنون مصری علیہ الرحمہ سے پوچھا گیا کہ آدمی مخلص کس وقت ہوتا ہے- فرمایا جب عبادت الٰہی میں خوب کوشش کرے اور اس کی خواہش یہ ہو کہ لوگ میری عزت نہ کریں- جو عزت کہ لوگوں کے دلوں میں ہے وہ بھی جاتی رہے-

یحیی بن معاذ علیہ الرحمہ سے سوال ہوا کہ انسان کب مخلص ہوتا ہے- فرمایا جب شیر خوار بچہ کی طرح اس کی عادت ہو- شیر خوار بچہ کی کوئی تعریف کرے تو اسے خوش نہیں لگتی اور مذمت کرے تو اسے بری نہیں معلوم ہوتی- جس طرح وہ اپنی مدح اور ذم سے بے پروا ہوتا ہے- اسی طرح انسان جب مدح و ذم کی پرواہ نہ کرے تو مخلص کہا جاسکتا ہے-

ابو السائب علیہ الرحمہ یہاں تک اخلاص کا خیال رکھتے تھے کہ اگر قرآن یا حدیث کے سننے سے ان کو رقت طاری ہوجاتی اور آنکھوں میں پانی بھر آتا- تو آپ فوراً اس رونے کو تبسم کی طرف پھیر دیتے یعنی ہنس پڑتے اور ڈرتے کہ رونے میں ریا نہ ہوجائے- آج ہم خواہ مخواہ وعظ میں' تقریر میں رونی صورت بناتے ہیں کہ لوگ سمجھیں کہ یہ حضرت بڑے نرم دل اور خدا خوف ہیں-

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

ابو عبداللہ انطاکی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن ریاکار کو حکم ہوگا کہ جس شخص کے دکھانے کے لئے تونے عمل کیا- اس کا اجر اسی سے مانگ-

حسن بصری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں **من ذم نفسہ فی الملاء فقد مدحھا وذلک من علامات الریاء** کہ جو شخص مجالس میں اپنے نفس کی مذمت کرے تو اس نے گویا مدح کی اور یہ ریا کی علامت سے ہے"- یہاں سے ان واعظوں اور لیکچراروں کو عبرت حاصل کرنا چاہئے جو اسٹیج پر کھڑے ہوتے اپنی مذمت کرتے ہیں کہ ان حضرات کے سامنے کیا جرات رکھتا ہوں کہ بولوں' میں ان کے سامنے ہیچ ہوں' یہ ہوں' یہ مذمت نہیں بلکہ حقیقت میں اپنی تعریف کرنا ہے- بزرگان دین اس کو بھی ریا پر محمول فرماتے تھے-

ابراہیم بن ادہم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ کسی بھائی کو اس کے نفلی روزوں کے متعلق نہ پوچھو کہ تیرا روزہ ہے یا نہیں- کیونکہ اگر اس نے کہا کہ میں روزہ دار ہوں تو اس کا دل خوش ہوگا اور وہ خیال کرے گا کہ میری عبادت کا اس کو پتہ لگ گیا ہے- اگر وہ بولا کہ میرا روزہ نہیں تو وہ غمناک ہوگا اور اسے شرم آئے گی کہ میرا روزہ نہیں- اور اس شخص کو میری نسبت جو حسن ظن ہے جاتا رہے گا- یہ خوشی اور غمی دونوں ہی علامات ریا سے ہیں اور اس میں اس مسئول کو فضیحت ہے کہ صرف تمہارے پوچھنے کے سبب وہ ریا میں مبتلا ہوا-

حضرت عبداللہ بن مبارک علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص کعبہ کا طواف کرتا ہے اور وہ خراسان کے لوگوں کے لئے ریا کرتا ہے- لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے- تو آپ نے فرمایا کہ وہ طواف کرنے والا اس بات کی محبت رکھتا ہے کہ اہل خراسان مجھے دیکھیں اور یہ خیال کریں کہ یہ شخص مکہ شریف کا مجاور ہے اور ہر وقت طواف وسعی میں رہتا ہے- بڑا اچھا ہے- جب اس نے یہ خیال کیا تو اس طواف میں اخلاص جاتا رہا-

فضیل بن عیاض علیہ الرحمہ فرماتے ہیں **ادرکنا الناس وھم یراءون بما یعملون نصار والان یراءون بما لا یعملون** کہ "ہم نے ایسے لوگوں کو پایا کہ وہ عملوں میں ریا کرتے تھے اور یعنی عمل کرتے تھے اور اس میں ریا ہوتا تھا- لیکن آج ایسی حالت ہوگئی ہے کہ لوگ ریا کرتے ہیں لیکن عمل نہیں کرتے- یعنی کرتے کچھ نہیں محض ریا ہی ریا ہے" حضرت ابراہیم ادہم علیہ الرحمہ فرمایا کرتے تھے جو شخص اس امر کی محبت رکھے گا کہ لوگ میرا ذکر

خیر کریں اس نے نہ اخلاص کیا نہ تقوی۔ عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "نیت صالحہ بکثرت کیا کرو کہ نیت صالحہ میں ریا کی گنجائش نہیں"۔

ابو داؤد طیاسی فرمایا کرتے تھے کہ عالم کو لازم ہے کہ جب کوئی کتاب لکھے اس کی نیت میں دین کی نصرت کا ارادہ ہو۔ یہ ارادہ نہ ہو کہ عمدہ تالیف کے سبب لوگ مجھے اچھا سمجھیں۔ اگر یہ ارادہ کرے گا تو اخلاص جاتا رہے گا۔

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ریا کار کی تین علامتیں ہیں جب اکیلا ہو تو عبادت میں سستی کرے اور نوافل بیٹھ کر پڑھے اور جب لوگوں میں ہو تو سستی نہ کرے بلکہ عمل زیادہ کرے اور جب لوگ اس کی مدح کریں تو عبادت زیادہ کرے۔ اگر لوگ مذمت کریں تو چھوڑ دے۔ سفیان ثوری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ جو عمل میں نے ظاہر کردیا ہے میں اس کو شمار میں نہیں لاتا۔ یعنی اس کو کالعدم سمجھتا ہوں۔ کیونکہ لوگوں کے سامنے اخلاص حاصل ہونا مشکل ہے۔

ابراہیم تیمی علیہ الرحمہ ایسا لباس پہنتے تھے کہ ان کے احباب کے سوا کوئی ان کو پہچان نہیں سکتا تھا کہ یہ عالم ہیں اور فرمایا کرتے تھے کہ مخلص وہ ہے جو اپنی نیکیوں کو ایسا چھپائے جیسے برائیوں کو چھپاتا ہے۔

امام حسن بصری علیہ الرحمہ نے طاؤس علیہ الرحمہ کو دیکھا کہ وہ حرم شریف میں ایک بہت بڑے حلقہ درس میں حدیث کا املاء فرما رہے تھے۔ حسن بصری علیہ الرحمہ نے قریب ہو کر ان کے کان میں کہا کہ اگر تیرا نفس تجھے عجب میں ڈالے۔ یعنی اگر نفس کو یہ بات پسندیدہ معلوم ہوتی ہے تو' تو اس مجلس سے اٹھ کھڑا ہو اسی وقت طاؤس علیہ الرحمہ اٹھ کھڑے ہوئے۔

حضرت ابراہیم بن ادہم علیہ الرحمہ' حضرت بشر حانی علیہ الرحمہ کے حلقہ میں تشریف لے گئے تو آپ کے حلقہ درس کو دیکھ کر فرمانے لگے۔ اگر یہ حلقہ کسی صحابی کا ہوتا تو اپنے نفس پر عجب سے بے خوف نہ ہوتا۔ سفیان ثوری علیہ الرحمہ جب حدیث کی املاء کے لئے اکیلے بیٹھتے تو نہایت خائف اور مرعوب بیٹھتے۔ اگر ان کے اوپر سے بادل گزرتا تو خاموش ہوجاتے اور فرماتے کہ میں ڈرتا ہوں کہ اس بادل میں پتھر نہ ہوں جو ہم پر برسائے جائیں۔ ایک شخص حضرت اعمش علیہ الرحمہ کے حلقہ میں ہنسا' تو آپ نے اس کو جھڑکا اور اٹھا دیا اور فرمایا کہ تو علم طلب کرتا ہوا ہنستا ہے۔ جس علم کے طلب کے لئے

اللہ تعالیٰ نے تجھے مکلف فرمایا۔ پھر آپ نے دو ماہ تک اس کے ساتھ کلام نہ کیا۔

سفیان بی علیہ الرحمہ کو کہا گیا کہ آپ کیوں ہمارے ساتھ بیٹھ کر حدیثیں بیان نہیں کرتے۔ فرمایا' خدا کی قسم! میں تم کو اس بات کا اہل نہیں سمجھتا کہ تمہیں حدیثیں بیان کروں اور اپنے نفس کو بھی اہل نہیں سمجھتا کہ تم میرے جیسے شخص سے حدیثیں سنو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ جب قرآن کی تفسیر بیان کرنے سے فارغ ہوتے تو فرمایا کرتے کہ اس مجلس کو استغفار کے ساتھ ختم کرو یعنی مجلس کے ختم پر بہت استغفار کرتے۔ فضیل بن عیاض علیہ الرحمہ فرمایا کرتے تھے۔ **العمل لاجل الناس ریا و ترک العمل لاجل الناس شرک و الاخلاص ان یعافیک اللہ منہما** کہ لوگوں کے واسطے عمل کرنا ریا ہے اور لوگوں کے لئے عمل چھوڑ دینا شرک ہے۔ اور اخلاص یہ ہے کہ ان دونوں سے اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔ نہ لوگوں کے دکھانے کے لئے عمل کرے نہ لوگوں کے ہونے کے سبب چھوڑے۔ امام شعرانی فرماتے ہیں کہ ترک عمل برائے مردمان یہ ہے کہ جہاں لوگ تعریف کرنے والے ہوں وہاں تو عمل کرے اور جہاں لوگ تعریف کرنے والے ہوں وہاں تو عمل کرے اور جہاں نہ ہوں چھوڑ دے۔ حضرت عیسی علیہ السلام اپنے حواریوں کو فرمایا کرتے تھے۔ جب تم روزہ رکھو تو سر اور داڑھی کو تیل لگاؤ اور اپنی حالت ایسی رکھو کہ کوئی معلوم نہ کرسکے کہ یہ روزہ دار ہیں۔ عکرمہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے کوئی شخص اس شخص سے زیادہ بے عقل نہیں دیکھا جو اپنے نفس کی برائی کو جانتا ہے۔ پھر وہ چاہتا ہے کہ لوگ مجھے عالم و صالح سمجھیں۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص کانٹے بوتا ہے اور چاہتا ہے کہ اس میں کھجوروں کا پھل لگے۔

ابو عمامہ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ سجدہ میں رو رہا ہے فرمایا۔ **نعم ھذا لو کان فی بیتک حیث لا یراک الناس** یعنی یہ اچھا کام ہے اگر گھر میں ہوتا جہاں لوگ نہ دیکھتے۔

❀❀ حکایت ❀❀

امام غزالی علیہ الرحمہ احیائے علوم میں نقل کرتے ہیں کہ ایک عابد کو جو کہ عرصہ دراز سے عبادت الٰہی میں مشغول تھا۔ لوگوں نے کہا کہ یہاں ایک قوم ہے جو ایک درخت کی پرستش کرتی ہے عابد سن کر غضب میں آیا۔ اور اس درخت کے کاٹنے پر تیار

ہوگیا۔ اس کو ابلیس ایک شیخ کی صورت میں ملا۔ اور پوچھا کہ کہاں جاتا ہے۔ عابد نے کہا
کہ میں اس درخت کے کاٹنے کو جاتا ہوں جس کی لوگ پرستش کرتے ہیں۔ وہ کہنے لگا کہ
تو فقیر آدمی ہے۔ تمہیں ایسی کیا ضرورت پیش آگئی۔ کہ تم نے اپنی عبادت اور ذکر فکر کو
چھوڑ کر اور اس کام میں لگ پڑا۔ عابد بولا کہ یہ بھی میری عبادت ہے۔ ابلیس نے کہا کہ
میں تجھے ہرگز درخت کاٹنے نہیں دوں گا۔ اس پر دونوں میں لڑائی شروع ہوگئی۔ عابد نے
شیطان کو نیچے ڈال لیا اور سینہ پر بیٹھ گیا۔ ابلیس نے کہا کہ مجھے چھوڑ دے۔ میں تیرے
ساتھ ایک بات کرنا چاہتا ہوں۔ وہ ہٹ گیا تو شیطان نے کہا۔ اللہ تعالیٰ نے تم پر اس
درخت کا کاٹنا فرض نہیں کیا۔ اور تو خود اس کی پوجا نہیں کرتا۔ پھر تجھے کیا ضرورت ہے
کہ اس میں دخل دیتا ہے۔ کیا تو نبی ہے۔ یا تجھے خدا نے حکم دیا ہے۔ اگر خدا کو اس
درخت کا کاٹنا منظور ہے تو کسی اپنے نبی کو حکم بھیج کر کٹوادیگا عابد نے کہا میں ضرور کاٹوں
گا۔ پھر ان دونوں میں جنگ شروع ہوگئی عابد اس پر غالب آگیا۔ اس کو گرا کر اس کے
سینہ پر بیٹھ گیا۔ ابلیس عاجز آگیا اور اس نے ایک اور تدبیر سوچی اور کہا کہ میں ایک ایسی
بات بتاتا ہوں جو میرے اور تیرے درمیان فیصلہ کرنے والی ہو اور وہ تیرے لئے بہت بہتر
اور نافع ہے۔ عابد نے کہا وہ کیا ہے۔ اس نے کہا کہ مجھے چھوڑ دے تو میں تجھے بتاؤں۔
اس نے چھوڑ دیا تو ابلیس نے بتایا کہ تو ایک فقیر آدمی ہے۔ تیرے پاس کوئی شئے نہیں۔
لوگ تیرے نان و نفقہ کا خیال رکھتے ہیں کیا تو نہیں چاہتا کہ تیرے پاس مال ہو۔ اور تو اس
سے اپنے خویش و اقارب کی خبر رکھے اور خود بھی لوگوں سے بے پرواہ ہوکر زندگی بسر
کرے۔ اس نے کہا۔ ہاں یہ بات تو دل چاہتا ہے۔ تو ابلیس نے کہا کہ اس درخت کے
کاٹنے سے باز آجا۔ میں ہر روز ہر رات کو تیرے سر کے پاس دو دینار رکھ دیا کروں گا۔
سویرے اٹھ کر لے لیا کرنا۔ اپنے نفس پر' اپنے اہل و عیال پر و دیگر اقارب و ہمسایہ پر
خرچ کیا کرنا' تیرے لئے یہ کام بہت مفید اور مسلمانوں کے لئے بہت نافع ہوگا۔ اگر یہ
درخت تو کاٹے گا اس کی جگہ اور درخت لگائیں گے۔ تو اس میں کیا فائدہ ہوگا۔ عابد نے
تھوڑا فکر کیا اور کہا کہ شیخ (ابلیس) نے سچ کہا۔ میں کوئی نبی نہیں ہوں کہ اس کا قطع مجھ پر
لازم ہو۔ اور نہ مجھے حق سبحانہ و تعالیٰ نے اس کے کاٹنے کا امر فرمایا ہے۔ کہ میں نہ کاٹنے
سے گنہگار ہوں گا۔ اور جس بات کا اس شیخ نے ذکر کیا ہے وہ بیشک مفید ہے۔ یہ سوچ کر
عابد نے منظور کرلیا اور پورا عہد کرکے واپس آگیا۔ رات کو سویا۔ صبح اٹھا تو دو دینار اپنے

سرہانے پاکر بہت خوش ہوا۔ اسی طرح دوسرے دن بھی دو دینار مل گئے۔ پھر تیسرے دن
کچھ نہ ملا۔ تو عابد کو غصہ آیا اور پھر درخت کاٹنے کے ارادے سے اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر
ابلیس اسی صورت میں سامنے آگیا۔ اور کہنے لگا کہ اب کہاں کا ارادہ ہے۔ عابد نے کہا کہ
درخت کاٹوں گا۔ اس نے کہا کہ میں ہرگز نہیں جانے دوں گا۔ اسی تکرار میں ان دونوں
میں کشتی ہوئی۔ ابلیس نے عابد کو گرالیا۔ اور سینہ پر بیٹھ گیا اور کہنے لگا کہ اگر اس ارادہ
سے باز آجائے تو بہتر ورنہ تجھے ذبح کر ڈالوں گا۔ عابد نے معلوم کیا کہ مجھے اس کے مقابلہ
کی طاقت نہیں کہنے لگا کہ اس کی وجہ بتاؤ کہ کل تو میں نے تم کو پچھاڑ لیا تھا۔ آج تو غالب
آگیا ہے کیا وجہ ہے۔ شیطان بولا کہ کل تو خالص خدا کے لئے درخت کاٹنے نکلا تھا۔
تیری نیت میں اخلاص تھا۔ لیکن آج تجھے دو دیناروں کے نہ ملنے کا غصہ ہے۔ آج تیرا
ارادہ محض خدا کے لئے نہیں اس لئے میں آج تجھ پر غالب آگیا۔ اس حکایت سے معلوم
ہوا کہ شیطان مخلص بندوں پر غلبہ نہیں پاسکتا۔ حق سبحانہ و تعالیٰ نے اس کی تصریح فرمائی
ہے **الا عبادک منھم المخلصین** تو معلوم ہوا کہ بندہ شیطان سے اخلاص کے سوا بچ نہیں
سکتا۔ اخلاص ہو تو ابلیس کی کوئی پیش نہیں جاتی۔

❀❀ الحب فی اللہ والبغض فی اللہ ❀❀

سلف صالحین کی عادات مبارکہ میں یہ بھی تھا کہ وہ جس شخص سے محبت یا دشمنی
رکھتے تھے' محض خدا کے لئے رکھتے تھے۔ دنیا کی کوئی غرض نہیں ہوتی تھی۔ یعنی کسی دنیا
دار کے ساتھ دنیا کے لئے محبت نہیں رکھتے تھے۔ بلکہ ان کا مقصود رضائے حق سبحانہ ہوتا
تھا۔ اگر دنیا دار باوجود مالدار ہونے کے دین دار بھی ہو تو بوجہ دین داری کے اس سے
محبت رکھتے تھے۔ اگر بے دین ہو تو اسے ہدایت کرتے تھے اور یہی کمال ایمان ہے۔ چنانچہ
حدیث شریف میں آیا ہے۔ **من احب للہ و ابغض للہ و اعطی للہ و منع للہ فقد
استکمل الایمان۔** یعنی جس شخص نے کسی کے ساتھ محبت کی تو محض خدا کے لئے کی۔
اگر بغض رکھا تو خدا کے لئے۔ اگر کسی کو کچھ دیا تو خدا کے لئے۔ اگر نہ دیا تو خدا کے
لئے۔ اس نے اپنا ایمان کامل کرلیا۔

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ کیا تو نے میرے لئے بھی کوئی کام کیا۔
موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی کہ ہاں میں نے تیرے لئے نمازیں پڑھیں' روزے رکھے'

خیرات دی اور بھی کچھ اعمال عرض کئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ اعمال تو تیرے لئے ہیں۔ کیا تو نے میرے دوست کے ساتھ میرے لئے محبت کی اور میرے دشمن کے ساتھ میرے لئے دشمنی کی۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے لئے محبت' اللہ کے لئے بغض یہ افضل اعمال میں سے ہے۔ حسن بصری علیہ الرحمہ فرمایا کرتے تھے۔ **مصارمتہ الفاسق قربتہ الی اللہ** کہ فاسق کے ساتھ قطع کرنا اللہ کا قرب حاصل کرنا ہے۔

سفیان ثوری علیہ الرحمہ سے پوچھا گیا کہ کیا فاسق کے پاس تعزیت یا ماتم پرستی کے لئے جانا درست ہے یا نہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ درست نہیں ہے۔ حسن بصری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں **من ادعی انہ عبد اللہ تعالی ولم یبغضہ اذا عصی اللہ تعالی لقد کذب فی دعواہ انہ یحب اللہ۔** یعنی جو شخص دعوی کرے کہ میں فلاں شخص کو خدا کے لئے دوست رکھتا ہوں اور وہ شخص جب نافرمانی کرے اور وہ اسے برا نہ سمجھے تو اس نے محبت کے دعوی میں جھوٹ کہا کہ خدا کے لئے ہے۔ اس کی محبت خدا کے لئے نہیں۔ اگر خدا کے لئے ہوتی تو اس نے نافرمانی کی تھی۔ اسے اس نافرمانی کے سبب برا سمجھتا۔ اللہ تعالیٰ کے مقبولوں کو بے دینوں سے ایسی نفرت تھی۔ حضرت مالک بن دینار علیہ الرحمہ' کتے کو جب آپ کے سامنے آکر بیٹھ جاتا تو نہ ہٹاتے اور فرماتے **ھو خیر من قرین السوء** کہ برے ساتھی سے کتا اچھا ہے احمد بن حرب فرماتے ہیں کہ نیکوں سے محبت اور ان کے پاس بیٹھنا ان کی صحبت میں رہنا ان کے افعال و اقوال دیکھ کر عمل کرنا انسانی قلب کے لئے اس سے زیادہ کوئی بات نافع نہیں اور بروں کی صحبت میں رہنا فاسقوں سے خلط ملط رکھنا۔ ان کے برے کام دیکھ کر برا نہ جاننا اس سے زیادہ قلب کے لئے کوئی شئے ضرر رساں نہیں۔ حضرت عیسی علیہ السلام نے فرمایا کہ اہل معاصی کے ساتھ بغض رکھ کر اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت رکھو اور ان سے دور رہ کر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرو اور ان کو برا سمجھنے سے اللہ کی رضا حاصل کرو۔ لوگوں نے عرض کی کہ اے نبی اللہ علیہ السلام پھر ہم کس کے پاس بیٹھیں' فرمایا :۔ **جالسوا من یذکرکم اللہ رویتہ۔** ان لوگوں کے پاس بیٹھو جن کا دیکھنا تمہیں اللہ کو یاد کراوے اور جن کا کلام تمہارے اعمال میں زیادتی کا باعث ہو اور ان کے اعمال تمہیں آخرت کی طرف رغبت دیں۔ سہل رضی اللہ عنہ سے آیت **لاتجد قوما یومنون باللہ والیوم الآخر** کی تفسیر میں آیا ہے کہ جس نے اپنا ایمان صحیح کیا اور توحید خالص کی وہ بدعتی کے ساتھ نہ بیٹھے۔ نہ اس کے ساتھ کھائے بلکہ اپنی

طرف سے اس کے حق میں دشمنی اور بغض ظاہر کرے۔ جس نے بدعتی کے ساتھ مداہنت کی اللہ تعالیٰ اس سے یقین کی لذت چھین لیتا ہے۔ اور جس نے بدعتی کو تلاش عزت یا تونگری کے لئے مقبول رکھا اللہ تعالیٰ اس کو عزت میں خوار کرے گا۔ اور اس تونگری میں مفلس کردے گا۔ ثوری فرماتے ہیں جس نے بدعتی کی بات سنی اللہ تعالیٰ اس کو اس بات سے فائدہ نہیں دیتا اور جو بدعتی سے مصافحہ کرتا ہے وہ اسلام کا زور توڑ دیتا ہے۔ حضرت فضیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو بدعتی کو دوست رکھے اللہ تعالیٰ اس کے اعمال کو حبط کر دیتا ہے اور اس کے دل سے اسلام کا نور نکل جاتا ہے۔ جو شخص بدعتی کے ساتھ بیٹھتا ہو اس سے بھی بچنا لازم ہے۔ انہی سے روایت ہے کہ اگر کسی راستے میں بدعتی آتا ہو۔ تو دوسرا راستہ اختیار کرو۔ حضرت فضیل علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ جو شخص بدعتی سے ملنے گیا اس کے دل سے نور ایمان جاتا رہا۔ (مجالس الابرار)

نوٹ :۔ جاننا چاہئے کہ اس زمانہ میں مقلدین کے سوا جتنے فرقے ہیں سب بدعتی ہیں جن کی مجالست و مخالطت ممنوع ہے۔

سرور عالم ﷺ نے ان تینوں صحابیوں سے بول چال بند کردی جو ایک جنگ کے پیچھے رہ گئے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم مخالفان شریعت سے قطع تعلق کرلیا کرتے تھے سرور عالم ﷺ نے ایک ایسے شخص کے حق میں فرمایا۔ **لایصلی لکم** یہ تمہیں نماز نہ پڑھائے جس نے قبلہ شریف کی طرف منہ کرکے تھوکا تھا۔ آج اگر ہم کسی بے ادب فرقہ کی اقتداء میں نماز پڑھنے سے منع کریں تو لوگ ہمیں تفرقہ انداز کہتے ہیں۔ حالانکہ یہ تفرقہ نہیں۔ عین اتباع ہے۔ مسلم کی روایت میں حضور علیہ السلام نے **فایاکم وایاھم لایضلونکم ولا یفتنونکم** فرمایا کہ تم ان سے بچو اور ان کو اپنے سے الگ رکھو وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں اور فتنہ میں نہ ڈالیں دیکھو۔ سرور عالم ﷺ نے کتنی تاکید کے ساتھ بے دینوں سے بچنے کی ہدایت فرمائی ہے۔ تو کیا یہ لوگ (لیڈران قوم) معاذ اللہ ! معاذ اللہ ! رسول کریم ﷺ پر بھی تفرقہ اندازی کا اتہام لگائیں گے۔ حضور ﷺ تو اس شخص میں رائی کے برابر بھی ایمان نہیں فرماتے ہیں جو ایسے بے دینوں کو دل سے بھی برا نہ جانے (مسلم) واللہ اعلم !

❀❀ ایثار علی النفس ❀❀

بزرگان دین کے اخلاق میں سے ایثار بھی ہے۔ وہ اپنے نفس پر غیروں کو ترجیح دیا

کرتے تھے۔ اگرچہ ان کو خود تکلیف ہو مگر وہ دوسروں کو راحت پہنچانے کی سعی کیا کرتے تھے۔

رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں ایک انصاری ایک مہمان کو اپنے گھر لے گیا۔ اس کے گھر میں صرف ایک آدمی کا کھانا تھا۔ اس نے وہ کھانا مہمان کے سامنے رکھ دیا اور اپنی بی بی کو اشارہ کیا کہ وہ چراغ بجھادے۔ اس نے بجھادیا۔ مہمان کے ساتھ وہ انصاری آپ بیٹھ گئے اور منہ کے ساتھ چپ چپ کرتے رہے۔ جس سے مہمان نے سمجھا کہ آپ بھی کھارہے ہیں۔ وہ سب کھانا اسی مہمان کو کھلا دیا۔ خود بمعہ بی بی اور عیال کے بھوکے سو رہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی وہ **ویوثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصہ**۔

اسی طرح ایک بکری کا سر ایک صحابی کے پاس صدقہ آیا تو آپ نے فرمایا کہ فلاں صحابی مجھ سے زیادہ غریب ہے۔ اس کو دے دو۔ چنانچہ اس کے پاس لے گئے۔ اس نے دوسرے کے پاس بھیج دی۔ اس دوسرے نے آگے تیسرے کے پاس یہاں تک کہ پھرتے پھرتے پھر پہلے کے پاس آگئی۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم میں تو یہاں تک ایثار تھا۔ کہ انہوں نے اپنے بھائی مہاجرین کو اپنی سب جائداد نصف نصف تقسیم کردی۔ بلکہ جس کے پاس دو بیویاں تھیں۔ انہوں نے ایک کو طلاق دیکر اپنے بھائی مہاجر کے نکاح میں دے دی اللہ اکبر ! یہ اخوت و ہمدردی جس کی نظیر آج دنیا میں نظر نہیں آتی۔

جنگ یرموک میں ایک زخمی نے پانی مانگا۔ ایک شخص پلانے کو آگے ہوا۔ تو ایک دوسرے زخمی کی آواز آئی کہ ہائے پانی۔ زخمی نے کہا کہ اس بھائی کو پہلے پانی پلادو۔ وہ شخص آگے لے کر گیا۔ تو ایک اور نے آواز دی کہ پانی ! اس نے بھی کہا کہ اس کو پہلے پانی پلاؤ۔ پھر آگے گیا۔ تو ایک اور آواز آئی۔ اس نے کہا کہ اس کو پانی پلاؤ جب وہ اس کے پاس پہنچا تو وہ شہید ہوگیا تھا۔ پھر دوسرے کے پاس آیا۔ تو وہ بھی شہید ہوگیا۔ اسی طرح سب کے سب شہید ہوگئے۔ مگر کسی نے پانی نہ پیا۔ اپنی جان کی پرواہ نہ کی سب نے دوسرے بھائی کے لئے ایثار کیا۔

اسی طرح چند درویش جاسوسی کی تہمت میں پکڑے گئے۔ سرکاری حکم ہوا کہ ان کو قتل کیا جائے۔ جب قتل کرنے لگے۔ تو ہر ایک نے یہی تقاضا کیا۔ کہ پہلے مجھے قتل کیا جائے۔ تاکہ ایک دو دم زندگی کے دوسرا بھائی حاصل کرے اور میں اس سے پہلے مارا

جاؤں۔ بادشاہ نے یہ ایثار دیکھا۔ سب کو رہا کردیا۔ **ویطعمون الطعام علی حبہ مسکینا ویتیما و اسیرا** کی تفسیر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ و حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور صاحبزادگان کا تین دن روزہ رکھنا اور بوقت افطار مسکین کا سوال کرنا۔ دوسرے روز کسی یتیم کا سوال کرنا۔ تیسرے روز کسی قیدی کا، اور آپ کا اپنی بھوک کا اور اپنے عیال کی بھوک کی پرواہ نہ کرنا اور سائلین کو دے دینا اعلیٰ درجہ کا ایثار ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو توفیق دے۔

❀❀ ترک نفاق ❀❀

سلف صالحین کی عادت مبارکہ میں ترک نفاق بھی تھا۔ ان کا ظاہر و باطن عمل خیر میں مساوی ہوا کرتا تھا۔ ان میں سے کوئی ایسا عمل نہیں کرتا تھا جس کے سبب آخرت میں فضیحت ہو۔ حضرت خضر علیہ السلام، عمرو بن عبدالعزیز کے ساتھ مدینہ مشرفہ میں جمع ہوئے عمرو بن عبدالعزیز نے عرض کی کہ آپ مجھے کوئی نصیحت فرمادیں۔ تو آپ نے فرمایا **ایاک یا عمران تکون ولیا للہ فی العلانیہ وعدو اللہ فی السر**۔ کہ اے عمر اس بات سے بچنا کہ تو ظاہر میں تو خدا کا دوست ہو اور باطن میں اس کا دشمن۔ کیونکہ جس کا ظاہر اور باطن مساوی نہ ہو تو منافق ہوتا ہے اور منافقوں کا مقام درک اسفل ہے۔ یہ سنکر عمر بن عبدالعزیز یہاں تک روئے کہ آپ کی داڑھی مبارک تر ہوگئی۔ مہاب بن ابی صفرہ فرمایا کرتے تھے **انی لا کرہ الرجل یکون فضل علی فعلہ** کہ میں ایسے شخص کو بنظر کراہت دیکھتا ہوں جس کی زبان کو اس کے فعل پر فضیلت ہو۔ یعنی اس کے اقوال تو اچھے ہوں لیکن افعال اچھے نہ ہوں۔

عبدالواحد بن یزید علیہ الرحمہ فرمایا کرتے تھے کہ امام حسن بصری علیہ الرحمہ جس مرتبہ کو پہنچے ہیں اس لئے پہنچے ہیں کہ جس شے کا آپ نے کسی کو حکم دیا ہے۔ سب سے پہلے آپ نے اس پر عمل کیا ہے اور جس شے سے کسی کو منع کیا ہے سب سے پہلے خود اس سے دور رہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ ہم نے کوئی آدمی حسن بصری علیہ الرحمہ سے زیادہ اس امر میں نہیں دیکھا کہ اس کا ظاہر اس کے باطن کے ساتھ مشابہ ہو۔ معاویہ بن قرہ علیہ الرحمہ فرمایا کرتے تھے **بکاء القلب خیر من بکاء العین**۔ آنکھوں کے رونے سے دل کا رونا بہتر ہے۔ مروان بن محمد کہتے ہیں کہ جس آدمی کی لوگوں نے تعریف کی۔ میں نے

اس کو ان کی تعریف سے کم پایا مگر وکیع علیہ الرحمہ کو کہ اس کو میں نے لوگوں کی تعریف سے زیادہ پایا۔ عتبہ بن عامر کہتے ہیں کہ جب کسی بندہ کا ظاہر اور باطن یکساں ہو تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں کو فرماتا ہے **هذا عبدی حقا**۔ یہ میرا بندہ حقیقی ہے۔ ابو عبداللہ انطاکی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں باطنی گناہوں کو ترک کرنا افضل اعمال ہے۔ ان سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو فرمایا کہ جس نے باطنی گناہوں کو ترک کیا۔ وہ ظاہر گناہون کو زیادہ ترک کرنے والا ہوگا اور فرمایا کہ جس کا باطن اس کے ظاہر سے افضل ہو وہ خدا کا فضل ہے۔ اور جس کا ظاہر و باطن مساوی ہو وہ عدل ہے اور جس کا ظاہر اس کے باطن سے اچھا ہو وہ ظلم و جور ہے۔ یوسف بن اسباط علیہ الرحمہ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء میں سے کسی نبی پر وحی بھیجی کہ اپنی قوم کو کہہ دیجئے کہ وہ اعمال کو میرے لئے پوشیدہ کریں۔ میں ان کے اعمال ظاہر کردوں گا۔ یعنی جو شخص خدا کے لئے پوشیدہ عبادت کریگا۔ اللہ تعالیٰ اس کی عبادت کا چرچا دنیا میں کرے گا اور اہل دنیا میں وہ عابد مشہور ہوجائے گا۔ مالک بن دینار فرماتے ہیں کہ ایک بات سے بچنا کہ تو دن میں تو بندہ صالح بنا رہے اور رات کو شیطان طالع ہوجائے۔ معاویہ بن قرہ فرماتے ہیں' مجھے کوئی ایسا شخص بتایئے جو رات کو روتا ہے اور دن کو ہنستا ہے۔ یعنی ایسے لوگ بہت کم ہیں۔

ابو عبداللہ سمرقندی علیہ الرحمہ لوگوں کو فرماتے تھے جب کہ وہ ان کی تعریف کرتے تھے **و اللہ ما مثلی و مثلکم الا کمثل جاریہ ذہبت بکارتھا بالفجور و اھلھا لا یعلمون بذالک فھم یضرحون بھا لیلہ الزفاف و ھی خزینتہ خوف الفضیحہ** کہ خدا کی قسم! میری اور تمہاری مثال ایسی ہے جیسے ایک لڑکی ہو۔ جس کی بکارت بسبب بدکاری کے زائل ہوگئی ہو اور اس کے اہل کو معلوم نہ ہو تو زفاف کی رات کو اس کے اہل تو خوش ہوں گے اور وہ فضیحت کے خوف سے غمناک ہوگی کہ آج میری کرتوت ظاہر ہوجائیں گے۔

سفیان ثوری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اس زمانے میں ریا کی کثرت ہوگئی ہے۔ لوگ عبادت کو ظاہر کرتے ہیں اور ان کا باطن حسد و حقد' بغض و عداوت بخل وغیرہ میں مشغول ہے۔ اگر تمہیں ان عابدوں کے ساتھ کوئی حاجت پیش آئے تو کسی ایسے عابد یا عالم کو جو اس کے مثل ہو' سفارش کے لئے نہ لے جانا کہ وہ اس سے ناراض ہوگا۔ البتہ کسی بڑے دولت مند کو سفارشی لے جائے گا تو تیرا کام ہوجائے گا۔ حاصل یہ کہ ان لوگوں کو

دنیا داروں سے محبت ہوگی اور اپنی عبادت نمود و ریا کے لئے کرتے ہوں گے' اس لئے دنیا داروں کا کہنا تو مان لیں گے۔ لیکن اپنے سے عابدوں' زاہدوں سے دلی حسد اور بغض ہوگا۔ اس لئے ان کا کہنا نہیں مانیں گے۔

اللہ اکبر' یہ اس زمانہ کا حال ہے جو زمانہ نبوت سے بہت قریب تھا۔ تو اب یہاں سے قیاس فرمالیجئے کہ آج کل کیا حال ہے حدیث صحیح میں آیا ہے کہ جو دن آتا ہے اس کے بعد کا دن اس سے برابر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ زمانہ کے حوادث سے محفوظ رکھے۔ (آمین)

❁❁ حکام کے ظلم پر صبر کرنا ❁❁

سلف صالحین کی عادت مبارکہ میں سے یہ بھی تھا کہ وہ حاکموں کے ظلم پر نہایت صبر کرتے تھے اور بڑے استقلال سے ان کی تکالیف کو برداشت کرتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ یہ تکالیف ہمارے گناہوں کی بہ نسبت بہت کم ہیں عمر بن عبدالعزیز علیہ الرحمہ فرمایا کرتے تھے کہ حجاج ثقفی خدا کی طرف سے ایک آزمائش تھا۔ جو بندوں پر گناہوں کے موافق آیا۔ سیدنا امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ فرمایا کرتے تھے **اذا ابتلیت بسلطان جائر فخرتت دینک بسبہ فرقعہ بکثرۃ الاستغفار لک ولہ ایضا** کہ جب تجھے ظالم بادشاہ کے ساتھ ابتلا واقع ہوجائے اور اس کے سبب سے تیرے دین میں نقصان پیدا ہوجائے تو اس نقصان کا کثرت استغفار کے ساتھ تدارک کر اپنے لئے اور اس ظالم بادشاہ کے لئے۔"

ہارون رشید نے ایک شخص کو بے جاقید کیا تو اس شخص نے ہارون رشید کی طرف لکھا۔ اے ہارون جو دن میری قید اور تنگی کا گزرتا ہے اسی کے مثل تیری عمر اور نعمت کا دن بھی گزر جاتا ہے۔ امر قریب ہے اور اللہ تعالیٰ میرے اور آپ کے درمیان ہے۔ جب ہارون نے یہ رقعہ پڑھا اسے رہا کردیا۔ اس پر اور بہت احسان کیا۔

حضرت ابراہیم ادہم علیہ الرحمہ کے پاس لوگ کچھ مال لے کر آئے۔ اور کہا کہ بادشاہ نے یہ مال بھیجا ہے کہ آپ محتاجوں پر تقسیم کردیں۔ آپ نے وہ سب مال واپس کردیا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جب ظالم سے حساب لے گا کہ یہ مال کیسے حاصل کیا تو وہ کہہ دے گا کہ میں نے ابراہیم کو دے دیا تو میں خواہ مخواہ جواب دہ بن جاؤں گا اس لئے جس نے یہ مال جمع کیا ہے وہی تقسیم کرنے کے لئے اولیٰ ہے۔

حضرت مالک بن دینار علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ توریت شریف میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ بادشاہوں کے دل میرے قبضہ میں ہیں۔ جو میری اطاعت کرے گا۔ میں اس کے لئے بادشاہوں کو رحمت بناؤں گا اور جو میری مخالفت کرے گا' اس کے لئے ان کو عذاب بناؤں گا پھر تم بادشاہوں کو برا کہنے میں مشغول نہ ہو' بلکہ میری درگاہ میں توبہ کرو۔ میں ان کو تم پر مہربان کردوں گا۔ میں کہتا ہوں حدیث شریف میں بھی یہ مضمون آیا ہے۔ مشکوۃ شریف کے صفحہ ۳۱۵ میں ابو داؤد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حق سبحانہ ارشاد فرماتا ہے **انا اللہ لا الہ الا انا مالک الملوک و ملک الملوک قلوب الملوک فی یدی و ان العباد اذا اطاعونی حولت قلوب ملوکھم علیھم بالرحمہ و الرافہ و ان العباد اذا عصونی حولت قلوبھم بالسخطہ و النقمہ نسامو ھم سوء العذاب فلا تشغلوا انفسکم بالدعا علی الملوک و لکن اشغلوا انفسکم بالذکر و التضرع کی اکفیکم ملوککم رواہ ابو نعیم فی الحلیہ**۔ میں اللہ ہوں۔ میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں بادشاہوں کا مالک اور بادشاہوں کا بادشاہ ہوں۔ بادشاہوں کے دل میرے ہاتھ میں ہیں۔ جب لوگ میری تابعداری کریں میں بادشاہوں کے دلوں میں رحمت اور نرمی ڈال دیتا ہوں۔ اور جب میری مخالفت کریں تو ان کے دلوں کو عذاب اور غضب کی طرف پھیر دیتا ہوں۔ پھر وہ ان کو سخت ایذائیں دیتے ہیں۔ تو لوگوں کو چاہئے۔ کہ بادشاہوں کو برا کہنے میں مشغول نہ ہوں۔ بلکہ ذکر اور عاجزی اختیار کریں۔ پھر بادشاہوں کی طرف سے میں کافی ہوجاؤں گا۔ یعنی وہ رعایا کے ساتھ سلوک و محبت سے پیش آئیں گے۔ اس حدیث میں ایسے موقعہ پر جو علاج حق سبحانہ نے فرمایا ہے۔ افسوس کہ لوگ اس پر عمل نہیں کرتے۔ بلکہ اس کا خلاف کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ان کی چیخ و پکار میں کوئی اثر نہیں ہوتا۔ حضرات صوفیہ کثر ہم اللہ نے اس حدیث پر عمل کیا اور حق سبحانہ کے فرمودہ علاج میں شب و روز مشغول ہیں۔ مسلمانوں کو اصلی معنوں میں مسلمان بنانے کی کوشش کررہے ہیں تو یہی حضرات صوفیہ' لوگوں کو ذکر الٰہی میں مشغول رکھتے ہیں۔ اور اسی کی ترغیب دیتے ہیں تضرع وزاری کا سبق پڑھاتے ہیں۔ کامل مومن بناتے ہیں۔ تاکہ حق سبحانہ تعالیٰ بادشاہوں کے دلوں میں ان کی محبت و رحمت ڈال دے۔ اس حدیث کا یہی مقصود ہے۔ مگر افسوس کہ فی زمانہ لیڈران قوم' حضرات صوفیہ صافیہ کے خلاف پروپیگنڈہ پھیلا رہے ہیں اور لوگوں کے دلوں میں ان کی نسبت بد ظنیاں ڈالتے ہیں کہ یہ لوگ

خاموش بیٹھے ہیں۔ میدان میں نہیں نکلتے حالانکہ یہی لوگ ہیں جو اس مرض کی اصلیت کو معلوم کرکے اس کے علاج میں مشغول ہیں۔ **جعلنی اللہ منھم** آمین

عبدالمطلب بن مروان اپنی رعیت کو فرمایا کرتے تھے۔ لوگو! تم چاہتے ہو کہ ہم تمہارے ساتھ ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی سیرت اختیار کریں لیکن تم اپنی سیرت ان کی رعیت کی سیرت و خصلت کی طرح نہیں بناتے تم ان کی رعیت کی طرح ہوجاؤ۔ ہم بھی تمہارے ساتھ ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سا معاملہ کریں گے۔

سفیان ثوری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ہم نے ایسے عالموں کو پایا ہے جو اپنے گھروں میں بیٹھے رہنے کو افضل سمجھتے تھے۔ آج علماء امیروں کے وزیر اور ظالموں کے داروغے بن گئے ہیں۔

عطار بن ابی رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ کوئی شخص کسی ظالم کا منشی ہو۔ تو کیا جائز ہے۔ فرمایا کہ بہتر ہے کہ ملازمت چھوڑ دے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی تھی۔ **فلن اکون ظھیرا للمجرمین** کہ میں مجرموں کا مددگار ہرگز نہ ہونگا۔ ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ والیوں اور حاکموں کی طرف سے ان کو عطیات ملیں گے۔ ان کی قیمت ان کا دین ہوگا۔ یعنی لوگ دین دے کر حکام کے عطیات حاصل کریں گے۔

سفیان ثوری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں "جو شخص ظالم کے سامنے ہنسے یا اس کے لئے مجلس میں جگہ فراخ کرے یا اس کا عطیہ لے لے' تو اس نے اسلام کی رسی کو توڑ ڈالا اور وہ ظالموں کے مددگاروں میں لکھا جاتا ہے۔" حضرت طاؤس علیہ الرحمہ اکثر گھر میں بیٹھے رہتے تھے۔ لوگوں نے دریافت کیا تو فرمانے لگے کہ "میں نے اس لئے گھر بیٹھے رہنے کو پسند کیا ہے کہ رعیت خراب ہوگئی ہے۔ سنت جاتی رہی۔ بادشاہوں اور امیروں میں ظلم کی عادت ہوگئی ہے جو شخص اپنی اولاد اور غلام میں اقامت حق میں فرق کرے' وہ ظالم ہے۔" حضرت مالک بن دینار فرماتے ہیں۔ "جب امیر دبلا ہونے کے بعد موٹا ہوجائے تو جان لو کہ اس نے رعیت کی خیانت کی اور اپنے رب کی مخالفت کی"۔ ابو العالیہ علیہ الرحمہ ایک دن رشید کے پاس آئے فرمایا کہ "مظلوم کی دعا سے بچتے رہنا کہ اللہ تعالیٰ مظلوم کی دعا رد نہیں کرتا۔ اگرچہ وہ فاجر ہو"۔ ایک روایت میں ہے اگرچہ وہ کافر ہو۔ یعنی مظلوم کوئی بھی ہو۔ اس کی آہ سے بچنا چاہئے۔

قلت ضحک

سلف صالحین کی عادات مبارکہ میں سے قلت ضحک بھی تھا۔ وہ کم ہنستے تھے اور دنیا کی کسی شئے کے ملنے پر خوش نہیں ہوتے تھے۔ از قسم لباس ہو۔ یا سواری یا کوئی اور وہ ڈرتے تھے کہ ایسا نہ ہو کہ آخرت کی نعمتوں سے کوئی نعمت دنیا میں حاصل ہو گئی ہو۔ ان کی عادت دنیا داروں کی عادت کے برخلاف تھی۔ دنیا دار تو دنیا ملنے سے خوش ہوتے ہیں۔ لیکن سلف صالحین دنیا ملنے سے خوش نہیں ہوتے تھے۔ فی الحقیقت جو شخص محبوس ہو وہ کسی شئے سے کیسے خوش ہو سکتا ہے۔ جس طرح قیدی، قید میں مکدر رہتا ہے۔ اسی طرح اللہ کے مقبول بندے اس دنیا میں غمناک رہتے ہیں۔ ان کو یہی خیال رہتا ہے کہ اس دار دنیا سے جلدی خلاصی ہو اور حق سبحانہ کی بقاء سے شرف حاصل ہو حدیث شریف میں آیا ہے۔ **و الذی نفسی بیدہ لو تعلمون ما اعلم لضحکتم قلیلا و لبکیتم کثیرا و لما تلذذتم بالنساء علی الفرش و لخرجتم الی الصعدات تجارون الی اللہ عزوجل۔** رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ اگر تم جانتے جو میں جانتا ہوں۔ تو تم تھوڑا ہنستے اور بہت روتے اور عورتوں کے ساتھ فراشوں پر کبھی لذت نہ اٹھاتے اور جنگلوں کی طرف نکل جاتے اور خدا تعالیٰ کی جناب میں پناہ چاہتے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بہت ہنسنا اچھا نہیں ہے۔ جہاں تک ہوسکے خدا کے خوف سے رونا لازم ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ سرور عالم ﷺ تمام مخلوقات سے اعلم ہیں۔ آپ کا علم سب سے زیادہ ہے۔

امام حسن بصری علیہ الرحمہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ ہنس رہا ہے۔ آپ نے فرمایا **یافتی هل مررت بالصراط** اے جوان کیا تو پل صراط سے گزر چکا ہے۔ اس نے کہا نہیں۔ پھر فرمایا **هل تدری الی الجنه تصیر ام الی النار**۔ کیا تو جانتا ہے کہ تو جنت میں جائے گا۔ یا دوزخ میں۔ اس نے کہا کہ نہیں۔ فرمایا۔ **فما هذا الضحک**۔ پھر یہ ہنسنا کیسا ہے۔ یعنی جب ایسے مشکلات تیرے سامنے ہیں اور تجھے اپنی نجات کا بھی علم نہیں تو پھر کس خوشی پر ہنس رہا ہے۔ اس کے بعد وہ شخص کسی سے ہنستا ہوا نہیں دیکھا گیا۔ حدیث قدسی میں آیا ہے **عجبت ایقن بالموت کیف یفرح**۔ اللہ فرماتا ہے۔ تعجب ہے اس شخص پر جو موت کا یقین رکھتا ہے پھر کیسے ہنستا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو پوچھا گیا کہ خائفین کون ہیں۔ فرمایا **قلوبهم بالخوف ترحه واعینهم باکیه یقولون کیف نفرح والموت من ورائنا والقبر امامنا والقیامته موعدنا وعلی جهنم طریقنا وبین یدی اللہ موقفنا** کہ ان کے دل خوف خدا سے زخمی ہیں۔ ان کی آنکھیں روتی ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کیسے خوشی کریں۔ جب کہ موت ہمارے پیچھے ہے۔ اور قبر ہمارے سامنے ہے اور قیامت ہمارے وعدہ کی جگہ ہے۔ جہنم پر سے گزرنا ہے اور حق سبحانہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہونا ہے۔

حضرت حاتم اصم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انسان عمدہ جگہ پر مغرور نہ ہو۔ کیونکہ آدم علیہ السلام جو کہ جنت میں نہایت اعلیٰ اور عمدہ جگہ میں تھے۔ ان کو اس جگہ سے باہر تشریف لانا پڑا۔ اور کثرت عبادت پر بھی مغرور نہ ہونا چاہئے۔ کیونکہ ابلیس باوجود کثرت عبادت کے ملعون ہوا۔ اور کثرت علم پر بھی مغرور نہ ہونا چاہئے۔ کیونکہ بلعم بن باعورا جو کہ اسم اعظم کا عالم تھا۔ آخر اس کے ساتھ کیا معاملہ ہوا۔ اور صالحین کی کثرت زیارت کرنے پر بھی مغرور نہ ہونا چاہئے۔ کیونکہ رسول کریم ﷺ کے اقارب جنھوں نے رسول کریم ﷺ کی بکثرت زیارت کی تھی جو مسلمان نہ ہوئے۔ تو آپ کی زیارت نے ان کو کچھ نفع نہ پہنچایا۔

حضرت حسن بصری علیہ الرحمہ یہاں تک افسردہ اور غمناک رہا کرتے تھے کہ یہی معلوم ہوتا تھا کہ گویا ابھی کوئی تازہ گناہ کرکے ڈر رہے ہیں۔ فضیل ابن عیاض فرماتے ہیں **رب ضاحک واکفانه قد خرجت من عند القصار**۔ کہ "بہت لوگ ہنسنے والے ہیں حالانکہ ان کے کفن کا کپڑا دھوبیوں کے یہاں سے دھویا ہوا آچکا ہے۔" ابن مرزوق فرماتے ہیں کہ جو شخص دعویٰ کرتا ہے کہ مجھے گناہوں کا غم ہے۔ پھر وہ کھانے میں شہد اور گھی جمع کرتا ہے تو وہ اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے۔" اوزاعی فرماتے ہیں کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے جو آیت **لا یغادر صغیرة ولا کبیرة الا احصاها** فرمایا ہے۔ اس میں صغیر سے مراد تبسم اور کبیر سے مراد قہقہہ ہے میں کہتا ہوں تبسم سے وہ تبسم مراد ہے جو ضحک تک پہنچے۔ یعنی ایسا آواز سے ہنسنا جس کو اہل مجلس سن لیں ورنہ صرف تبسم جس کا آواز نہ ہو۔ رسول کریم ﷺ سے ثابت ہے۔ ثابت بنانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ مومن جب کہ موت سے غافل ہو تو ہنستا ہے۔ یعنی موت یاد ہو تو اس کو ہنسی نہیں آتی۔ عامر بن قیس فرماتے ہیں۔ جو شخص دنیا میں بہت ہنستا ہے۔ وہ قیامت میں بہت روئے گا۔

سعید بن عبدالعزیز علیہ الرحمہ چالیس سال تک نہ ہنسے یہاں تک کہ آپ کو موت آگئی۔ اسی طرح غزوان رقاشی علیہ الرحمہ نہیں ہنستے تھے۔ انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ **مع کل ضحاک فی مجلس شیطان۔** مجلس میں ہر ہنسنے والے کے ساتھ شیطان ہوتا ہے۔ معاذہ عدویہ علیہ الرحمہ ایک دن ایسے نوجوان پر گزریں جو کہ ہنس رہے تھے۔ اور ان کا لباس صوف کا تھا۔ یعنی لباس صوفیانہ تھا تو آپ نے فرمایا **سبحان اللہ لباس الصالحین وضحک الغافلین۔** سبحان اللہ لباس تو صالحین کا ہے اور ہنسنا غافلوں کا۔" عون بن ابی زید فرماتے ہیں۔ میں عطاء سلمی کے پاس پچاس سال رہا۔ میں نے ان کو کبھی ہنستے ہوئے نہیں دیکھا۔

❀❀ برادران طریقت ❀❀

ذرا اپنے اپنے گریبانوں میں منہ ڈال کر دیکھیں کہ کیا ہم لوگوں میں سلف الصالحین کی عادات مبارکہ میں سے کوئی عادت پائی جاتی ہے ؟ کیا ہمیں غفلت نے تباہ نہیں کیا ؟ کیا ہمیں نجات کی چٹھی مل چکی ہے ؟ کیا ہم آنے والی گھاٹیوں کو طے کر چکے ہیں ؟ پھر کیا وجہ ہے کہ ہم اپنی آخرت سے بے فکر ہیں۔ اس وقت کو غنیمت سمجھو اور اپنے خالق و مالک کی رضا حاصل کرنے کی کوشش کرو۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور مجھ کو بھی توفیق دے۔ (آمین)

❀❀ کثرت خوف ❀❀

سلف صالحین کی عادات مبارکہ میں سے یہ بھی تھا کہ وہ اپنے ابتدائی حال اور انتہائی حال میں اللہ تبارک و تعالیٰ سے بہت ڈرتے تھے۔ ابتدا میں گناہوں میں اور انتہا میں اللہ تعالیٰ کی جلالیت اور تعظیم کے خوف سے اور دونوں حالتوں میں حق سبحانہ تعالیٰ سے نادم رہتے تھے۔ ابو سعید خذری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ چار چیزیں ہیں۔ جب کوئی آدمی اس میں افراط کرے وہ اس کو ہلاک کر دیتی ہے۔ ایک کثرت جماع' دوسری کثرت شکار' تیسری کثرت جوا بازی' چوتھی کثرت گناہ۔ ابو تراب بخشی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ جب آدمی گناہ ترک کرنے کا ارادہ کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی امداد ہر طرف سے اس کی مدد ہوتی ہے۔ ابو محمد مروزی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ابلیس اس لئے مردود ہوا کہ اس نے اپنے گناہ کا

اقرار نہ کیا۔ نہ اس پر ندامت کی نہ اپنے نفس کو ملامت کی۔ نہ توبہ کی طرف مبادرت کی اور اللہ کی رحمت سے ناامید ہو گیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی لغزش کا اقرار کیا اور اس پر نادم ہوئے اور اپنے نفس پر ملامت کی اور توبہ کی طرف مبادرت فرمائی اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہوئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کو مقبول فرمایا۔ حضرت حاتم اصم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ جب تو اللہ کی بے فرمانی کرے تو جلدی تائب ہو کر نادم ہو۔ ابراہیم بن ادہم فرماتے تھے کہ اگر میں مطیع ہو کر دوزخ میں جاؤں تو اس سے بہتر ہے کہ میں عاصی ہو کر جنت میں جاؤں۔

احمد بن حرب فرمایا کرتے تھے۔ کیا گناہ گار کے لئے وہ وقت نہیں آیا کہ وہ توبہ کرے۔ اس کا گناہ تو اس کے دفتر میں لکھا گیا۔ اور وہ کل اپنی قبر میں اس کے سبب مبتلائے سختی ہو گا۔ اور اسی گناہ کے سبب دوزخ میں ڈالا جائے گا۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے تھے کہ کسی عاقل کو مناسب نہیں کہ اپنے محبوب کو ایذا دے۔ لوگوں نے پوچھا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ فرمایا اپنے خالق اور مالک کی بے فرمانی کرنے کے سبب انسان اپنے نفس کو ایذا دیتا ہے۔ اور اس کا نفس اس کا محبوب ہے یعنی اپنی جان کو مبتلائے عذاب کرنا عقلمندی نہیں۔ ایک عربی شاعر کہتا ہے۔ **یا عاملا للنار جسمک لین فجربہ تمرینا بحر ظهیره۔ ودرجه فی لسع الزنابیر تجتری علی نهش حیات هناک عظیمه۔** یعنی اے وہ شخص کہ تو دوزخ کے لئے تیاریاں کر رہا ہے تیرا جسم تو بہت نازک ہے۔ پھر وہ دوزخ میں کیسے برداشت کرے گا۔ تو دوپہر کی سخت گرمی میں کھڑے ہو کر اپنے جسم کی آزمائش کر کہ وہ اس میں صبر و تحمل کر سکتا ہے۔ پھر تو زنبوروں کی چھتوں میں ان کے ڈنگوں کی برداشت نہیں کر سکتا تو دوزخ کے بڑے بڑے اژدہا پر کیوں جرات کرتا ہے۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں۔ **العمل الصالح مع قلة الذنوب احب الی اللہ من کثرة العمل الصالح مع کثرة الذنوب** کہ عمل صالح گناہوں کی کمی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہے۔ اس سے کہ اعمال کی کثرت کے ساتھ گناہوں کی بھی کثرت ہو۔" محمد بن واسع علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ہم گناہوں میں غرق ہو گئے۔ اگر کوئی شخص میرے گناہوں کی بدبو سونگھے تو میرے پاس نہ بیٹھ سکے۔" حسن بصری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ جن لوگوں نے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کیا ہے۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کے

فضل و کرم سے بخشے بھی جائیں تو وہ رسول کریم ﷺ کو کیا منہ دکھائیں گے۔ خدا کی قسم اگر حسین رضی اللہ عنہ کے قتل میں میرا دخل ہوتا اور مجھے جنت اور دوزخ کا اختیار دیا جاتا تو میں دوزخ اختیار کرتا۔ اس خوف کے سبب کے جنت میں رسول کریم ﷺ کے سامنے کس منہ جاؤں۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اس نے اس کو یاد کیا۔ اگرچہ اس کی نماز اور روزے اور تلاوت قرآن کم ہو۔ اور جس نے اس کی بے فرمانی کی۔ اس نے اس کو بھلا دیا" سفیان بن عیینہ علیہ الرحمہ سے پوچھا گیا کہ ملائکہ بندہ کا ارادہ کس طرح لکھتے ہیں۔ یعنی وہ فرشتے جو نیکی بدی لکھنے پر مامور ہیں۔ جب کسی بندہ نے نیکی یا بدی کا ارادہ کیا اور ابھی عمل نہیں کیا۔ تو وہ ارادہ کو کس طرح معلوم کرلیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ جب بندہ نیکی کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے کستوری کی سی خوشبو نکلتی ہے۔ اور خوشبو سے معلوم کرلیتے ہیں کہ اس نے نیکی کا ارادہ کیا۔ اور جب برائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے بدبو نکلتی ہے تو ان کو معلوم ہو جاتا ہے کہ اس نے بدی کا ارادہ کیا ہے۔ میں کہتا ہوں یہاں ارادہ سے عزم مصمم مراد ہے۔ جو عزم مصمم نہ ہو وہ لکھا نہیں جاتا۔

حضرت بشر حافی علیہ الرحمہ فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے ایسے لوگ دیکھے ہیں جن کے اعمال صالحہ پہاڑوں کے برابر تھے۔ پھر بھی وہ غراں نہیں تھے۔ لیکن اب تمہارا وہ حال ہے کہ عمل کچھ بھی نہیں اور اس پر غراں ہو۔ خدا کی قسم ہماری باتیں تو زاہدوں کی سی ہیں اور ہمارے کام منافقوں کے کام ہیں۔

حضرت حاتم اصم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں جب تو اللہ تعالیٰ کی بے فرمانی کرے تو اسی حالت میں صبح کرے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ کی نعمتیں تجھ پر گھیرا ڈالنے والی ہوں تو ڈر جا کہ یہ استدراج ہے۔ یعنی حق سبحانہ و تعالیٰ کی طرف سے تجھے ڈھیل دی گئی ہے۔ اس پر مغرور نہ ہو۔ اور جلد تائب ہو کہ اللہ تعالیٰ جب پکڑے گا سخت پکڑے گا۔ مولانا روم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

ہیں مشو مغرور بر حلم خدا
دیر گیرد سخت گیرد مر ترا

حضرت حاتم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ہم نے ایسے لوگوں کو پایا جو کہ چھوٹے چھوٹے

گناہوں کا بڑا خیال کرتے تھے۔ اور تم بڑے بڑے گناہوں کو بالکل چھوٹا خیال کرتے ہو۔ ربیع بن خثیم علیہ الرحمہ، عید کی صبح کو فرمایا کرتے تھے مجھے تیری عزت اور جلالیت کی قسم ہے اگر میں معلوم کروں کہ تیری رضا میرے نفس کے ذبح کرنے میں ہے۔ تو میں آج اپنا نفس تیرے لئے ذبح کردوں۔

کہمش بن حسن علیہ الرحمہ چالیس سال روتے رہے۔ صرف اتنی بات کے خوف سے کہ انہوں نے ایک دن ہمسایہ کی مٹی سے اس کی اجازت کے بغیر ہاتھ دھوئے۔ کہمش فرماتے ہیں کہ ہم کو یہ خبر پہنچی ہے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ اے داؤد! بنی اسرائیل کو کہہ دیجئے کہ تم کو کس طریق سے یہ خبر پہونچی ہے کہ میں نے تمہارے گناہ بخش دیئے کہ تم نے گناہوں پر ندامت چھوڑ دی ہے۔ مجھے اپنی عزت و جلالیت کی قسم ہے کہ میں ہر گنہگار سے قیامت کے دن اس کے گناہ پر حساب لوں گا۔" امام شعرانی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم دکھائے گا۔ تاکہ گنہگار اپنے گناہوں کو دیکھ کر نادم ہوں۔ پھر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم دیکھے۔ عتبہ غلام، ایک دن ایک مکان پر پہنچ کر کانپنے لگے۔ اور پسینہ پسینہ ہوگئے۔ دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اس مکان میں میں نے بچپن کی حالت میں اللہ کی بے فرمانی کی تھی۔ آج وہ حالت یاد آگئی ہے۔

حضرت مالک بن دینار علیہ الرحمہ حج کے لئے بصرہ سے پیادہ نکلے۔ کسی نے عرض کی کہ آپ سوار کیوں نہیں ہوتے۔ آپ نے فرمایا کہ بھاگا ہوا غلام جب اپنے مولا کے دربار میں صلح کے لئے حاضر ہو تو کیا اسے سوار ہو کر آنا چاہئے خدا کی قسم اگر میں مکہ معظمہ میں انگاروں پر چلتا ہوا آؤں تو بھی کم ہے۔

میرے دینی بھائیو! غور کرو۔ بزرگان دین کو کس قدر خشیت الٰہی غالب تھی۔ آپ صاحبان صرف اتنا ضرور خیال کیا کریں کہ وقوع معصیت تو ہم سے یقیناً ہے۔ لیکن وقوع مغفرت مشکوک ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مغفرت کو مشیت پر موقوف رکھا ہے۔ جس کا ہمیں علم نہیں۔ اس لئے ہمیں رات دن استغفار میں مشغول رہنا چاہئے۔

حقوق العباد سے ڈرنا

سلف صالحین کی عادات مبارکہ میں سے یہ بھی تھا کہ وہ حقوق العباد سے بہت ڈرتے

تھے۔ خواہ معمولی سی چیز مثلاً خلال سوزن ہی ہو۔ تو اس سے بھی ڈرتے تھے خصوصاً جب کہ اپنے اعمال کو نہایت کم سمجھتے تھے۔ اور ان کے خوف و کرب کی کوئی نہایت نہ ہوتی تھی۔ جب کہ وہ سمجھتے تھے کہ ہمارے پاس کوئی نیکی نہیں کہ خصم کو اس کے حق کے بدلے قیامت کے دن دے کر راضی کیا جائے۔ بسا اوقات کسی ایک ہی مظلمہ کے عوض میں ظالم کی تمام نیکیاں لے کر بھی مظلوم خوش نہ ہوگا۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ رسول خدا ﷺ نے صحابہ کرام کو پوچھا۔ **ا تدرون ما المفلس من امتی یوم القیامۃ** کیا تم جانتے ہو کہ میری امت میں سے قیامت کے دن مفلس کون ہوگا۔ صحابہ علیھم الرضوان نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ جس کے پاس درہم و دینار نہ ہو وہ مفلس ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا **المفلس من یاتی یوم القیمۃ بصیام وصلوۃ وزکوۃ حج و یاتی و قد شتم ھذا و اکل مال ھذا و سفک دم ھذا و ضرب ھذا فیعطی ھذا من حسناتہ و ھذا من حسناتہ فان فنیت قبل ان یقضی ما علیہ اخذ من خطایاھم فطرح علیہ ثم قذف فی النار۔** "یعنی مفلس وہ شخص ہے کہ قیامت کے دن نماز' روزہ' زکوۃ' حج لے کر آئے اور اس نے کسی کو گالی دی ہو۔ کسی کا مال کھایا ہو۔ کسی کا خون کیا ہو۔ کسی کو مارا ہو (تو مدعی آجائیں اور عرض کریں کہ پروردگار اس نے مجھے گالی دی۔ اس نے مجھے مارا۔ اس نے میرا مال کھایا۔ اس نے میرا خون کیا) تو حق سبحانہ و تعالیٰ اس کی نیکیاں ان مدعیوں کو دے تو اگر نیکیاں ختم ہوجائیں۔ کوئی نیکی باقی نہ رہے .... اور مدعی اگر باقی ہوں تو ان کے گناہ اس پر ڈالے جائیں گے۔ پھر اس کو دوزخ کا حکم دیا جائے گا اور وہ دوزخ میں ڈالا جائیگا۔" یعنی حقیقت میں مفلس وہ شخص ہے کہ قیامت کے روز باوجود نماز' روزہ' حج' زکوۃ ہونے کے پھر وہ خالی کا خالی رہ جائے۔ عبداللہ انیس علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اللہ جل شانہ و عم نوالہ قیامت کے دن ارشاد فرمائے گا کہ کوئی دوزخی' دوزخ میں اور کوئی جنتی' جنت میں داخل نہ ہو۔ جب تک وہ حقوق العباد کا بدلہ نہ ادا کرے۔ یعنی جو کسی کا حق کسی نے دبایا ہو۔ اس کا فیصلہ ہونے تک کوئی دوزخ یا جنت میں داخل نہ ہوگا۔

وھب بن منبہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص نوجوان نے ہر قسم کے گناہوں سے توبہ کی۔ پھر ستر سال عبادت الٰہی میں شب و روز لگاتا رہا۔ دن کو روزہ رکھتا۔ رات کو جاگتا۔ کسی سایہ کے نیچے آرام نہ کرتا۔ نہ کوئی عمدہ غذا کھاتا۔ جب

وہ مرگیا۔ اس کے بعض بھائیوں نے اسے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ خدا نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا۔ اس نے فرمایا کہ خدا نے میرا حساب لیا۔ پھر سب گناہ بخش دیئے مگر ایک لکڑی جو میں نے اس کے مالک کی اجازت کے بغیر دانتوں میں خلال کیا تھا۔ اس کے سبب میں آج تک جنت سے محبوس ہوں۔ یعنی روکا گیا ہوں۔ میں کہتا ہوں۔ حدیث شریف میں اس کی تائید آئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تین چیزوں کو تین چیزوں میں مخفی رکھا ہے۔ (۱) اپنی رضا کو اپنی اطاعت میں مخفی رکھا اور (۲) اپنی ناراضگی کو بے فرمانی اور (۳) اپنے اولیاء کو اپنے بندوں میں تو ہر اطاعت اور ہر نیکی کو عمل میں لانا چاہئے کہ معلوم نہیں کس نیکی پر وہ راضی ہوجائے گا۔ اور ہر بدی سے بچنا چاہئے۔ کیونکہ معلوم نہیں کہ وہ کس بدی پر ناراض ہے خواہ وہ بدی کیسی ہی صغیر ہو۔ مثلاً کسی کی لکڑی کا خلال کرنا ایک معمولی سی بات ہے۔ یا کسی ہمسایہ کی مٹی سے اس کی اجازت کے بغیر ہاتھ دھونا گویا ایک چھوٹی سی بات ہے۔ مگر چونکہ ہمیں معلوم نہیں۔ اس لئے ممکن ہے کہ اس برائی میں حق تعالیٰ کی ناراضگی مخفی ہو تو ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں سے بھی بچنا چاہئے۔

حضرت حارث محاسبی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص کیال تھا جو کہ غلہ جات کا ماپنے والا تھا۔ اس نے اس کام سے توبہ کی اور عبادت الٰہی میں مشغول ہوا۔ جب وہ مرگیا تو اس کے بعض احباب نے اس کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا۔ اس نے کہا کہ میرے ماپ میں (یعنی اس ٹوپہ میں جس سے میں غلہ ماپتا تھا) کچھ مٹی سی بیٹھ گئی تھی۔ جس کا میں نے کچھ نہ کیا۔ تو ہر ٹوپہ ماپنے کے وقت بقدر اس مٹی کے کم ہوجاتا تھا۔ تو میں اس قصور کے سبب معرض عتاب میں ہوں اسی طرح ایک شخص اپنی ترازو کو مٹی وغیرہ سے صاف نہیں کرتا تھا۔ اسی طرح چیز تول دیتا تھا۔ جب وہ مرگیا تو اس کو قبر میں عذاب شروع ہوگیا۔ یہاں تک کہ لوگوں نے اس کی قبر میں سے چیخنے چلانے کی آواز سنی۔ تو بعض صالحین نے اس کے لئے دعائے مغفرت کی۔ تو اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے اس کے عذاب کو دفع کیا۔

ابو میسرہ فرماتے ہیں کہ ایک میت کو قبر میں عذاب ہورہا تھا اور اس سے آگ کے شعلے ظاہر ہوئے تو مردہ نے پوچھا مجھے کیوں مارتے ہو۔ فرشتوں نے کہا کہ تو ایک مظلوم پر گذرا۔ اس نے تجھ سے استغاثہ کیا۔ مگر تو نے اس کی فریاد رسی نہ کی۔ اور ایک دن تو نے بے وضو نماز پڑھی۔ شریح قاضی علیہ الرحمہ فرمایا کرتے تھے۔ **ایاکم والرشوۃ فانھا**

تعمی عین الحکیم- کہ تم رشوت سے بچا کرو کہ رشوت حکیم کی آنکھ کو اندھا کر دیتی ہے-" امام حسن بصری علیہ الرحمہ جب کسی حاکم کو دیکھتے کہ وہ مساکین پر کچھ تصدق کرتا ہے تو آپ فرماتے اے صدقہ دینے والے- تو نے جس پر ظلم کیا ہو اس پر رحم کر اور اس کی داد رسی کر کہ یہ کام صدقات سے بہت بہتر ہے-

میمون بن مہران فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی پر ظلم کرے- پھر اس گناہ سے نجات حاصل کرنا چاہے- تو چاہیئے کہ ہر نماز کے بعد اس شخص کے حق میں دعائے مغفرت کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف کرویگا میں کہتا ہوں- یہ اس صورت میں ہے کہ وہ مظلوم فوت ہوجائے- اور اگر زندہ ہو تو اس سے معاف کرائے- میمون بن مہران فرماتے ہیں کہ بعض اوقات نمازی' نماز میں اپنے آپ پر لعنت کہتا ہے- اور وہ جانتا نہیں- لوگوں نے پوچھا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے- فرمایا کہ وہ پڑھتا ہے- **الا لعنۃ اللہ علی الظلمین** کہ ظالموں پر اللہ کی لعنت اور وہ خود ظالم ہوتا ہے کہ اس نے اپنے نفس پر بسبب گناہوں کے ظلم کیا ہوتا ہے- اور لوگوں کے اموال ظلما اس نے لئے ہوتے ہیں- اور کسی کی بے عزتی کی ہوتی ہے تو **لعنۃ اللہ علی الظلمین** اس کو بھی شامل ہوتی ہے-

کعب احبار رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ جمعہ کے دن لوگوں پر ظلم کرتا ہے- آپ نے فرمایا کہ تو ڈرتا نہیں ایسے دن میں ظلم کرتا ہے جس دن قیامت قائم ہوگی اور جس دن تیرا باپ آدم علیہ السلام پیدا ہوا-

احمد بن حرب فرماتے ہیں کہ دنیا سے کئی قومیں کثرت حسنات کے ساتھ غنی نکلیں گی اور قیامت میں مفلس ہوں گی کہ حقوق العباد میں سب حسنات کھو بیٹھیں گے- سفیان ثوری فرماتے ہیں- اگر تو ستر گناہ اپنے خالق کے لئے ہوئے خالق کے دربار میں پیش ہو تو اس سے بہتر ہے کہ تو ایک مخلوق کا ایک گناہ لے کر جائے- یعنی حقوق العباد میں سے ایک گناہ خدا تعالیٰ کے ستر گناہ سے بہت بڑا ہے- پیارے ناظرین ! غور فرمائیں کہ بزرگان دین کو حقوق العباد کا کس قدر خوف تھا- تو ہمیں بھی چاہیئے کہ ان بزرگوں کے اتباع میں حقوق العباد سے بچتے رہیں اور حتی الوسع اپنی حیاتی میں حقوق العباد کی نسبت اپنا معاملہ صاف کرلینا چاہیئے-

قیامت کا ڈر

سلف صالحین کی عادات مبارکہ میں سے تھا کہ وہ جب قیامت کے ہولناک حالات سنتے تھے تو بہت ڈرتے تھے- اور جب قرآن شریف سنتے تھے تو انہیں غشی ہوجاتی تھی- رسول کریم ﷺ نے ایک روز یہ آیت پڑھی- **ان لدینا انکالا و جحیما و طعاما ذا غصۃ و عذابا الیما** اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہمارے پاس بیڑیاں ہیں اور آگ ہے اور کھانا ہے گلے میں اٹکنے والا اور عذاب ہے دکھ دینے والا- تو حمران بن اعین رضی اللہ عنہ سن رہے تھے- یہ آیت سنتے ہی غش کھا کر گرے اور وفات پاگئے- ایک دفعہ یزید رقاشی' حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس گئے تو عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا کہ اے یزید مجھے کوئی نصیحت کر- یزید نے فرمایا- اے امیر المومنین تو وہ پہلا خلیفہ نہیں جو مرے گا- یعنی تجھ سے پہلے خلفا بھی فوت ہوگئے- اور تو بھی فوت ہوجائے گا- خلیفہ عمر نے رونا شروع کیا اور فرمایا کہ کچھ اور فرمایئے- یزید نے کہا کہ تیرے اور آدم علیہ السلام کے درمیان تیرے آباء میں سے کوئی زندہ نہیں ہے- پھر خلیفہ روئے اور بہت روئے اور فرمایا کہ اور فرمایئے' انہوں نے فرمایا کہ جنت اور دوزخ کے درمیان کوئی تیسرا مقام نہیں- اس پر حضرت عمر بن عبدالعزیز روئے اور غش کھا کر گر پڑے-

حسن بن صالح علیہ الرحمہ ایک بار اذان دیتے ہوئے جب آپ نے **اشھد ان لا الہ الا اللہ** کہا تو غش کھا کر گر پڑے- لوگوں نے ان کو منارہ سے اتارا- ان کے بھائی نے اذان دی اور نماز پڑھائی- اور حسن بے ہوش تھے- ابو سلیمان دارانی فرماتے ہیں کہ میں نے حسن بن صالح سے بڑھ کر خشوع و خضوع والا کوئی آدمی نہیں دیکھا- ایک رات صبح تک سورہ **عم یتساء لون** کا ہی تکرار کرتے رہے- سورہ مذکور پڑھتے تو غش ہوجاتا جب افاقہ ہوتا تو پھر وضو کرتے پھر پڑھتے پھر غش ہوجاتا- اسی طرح کرتے کرتے آپ نے صبح کردی- (علیہ الرحمہ)

داؤد طائی علیہ الرحمہ نے ایک عورت کو دیکھا کہ وہ اپنے کسی عزیز کی قبر پر رو رہی تھی اور کہتی تھی- **لیت شعری بای خدیک بدء الدود** کاش مجھے معلوم ہوتا کہ قبر کے کیڑے نے تیرے کس رخسارہ کے کاٹنے میں ابتدا کی- داؤد یہ الفاظ سن کر بے ہوش ہوکر گر پڑے-

امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ سورہ **اذا الشمس کورت** کو پڑھنا شروع کیا جب **واذا الصحف نشرت** پر پہنچے تو غش کھا کر گر پڑے اور زمین پر بہت دیر تک لیٹے رہے۔

ف : جو لوگ حضرات صوفیہ کے وجد و حال پر استہزاء کرتے ہیں۔ وہ ان روایات پر غور کریں اور شیطانی وسوسوں سے باز آئیں۔ ربیع بن خشیم علیہ الرحمہ نے ایک قاری کو سنا وہ پڑھ رہا تھا۔ **اذا راتهم من مكان بعيد سمعوا لها تغيظا وزفيرا** آپ سنتے ہی بیہوش ہوکر گرے۔ لوگ ان کو اٹھا کر ان کے گھر لے گئے۔ آپ کی نماز ظہر، عصر، مغرب، عشاء فوت ہوگئی۔ کیونکہ آپ بے ہوش تھے۔ اور آپ ہی اپنے محلہ کے امام تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ پڑھنے والے حضرت عبداللہ بن مسعود تھے (رضی اللہ عنہ)

حضرت وہب بن منبہ کہتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام جب اپنی لغزش یاد کرتے تو آپ کو غشی ہوجاتی۔ اور آپ کے دل کی آواز ایک میل تک سنائی دیتی۔ ایک دن جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور عرض کی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **هل رايت خليلا يخاف خليله** کیا تو نے کوئی دوست دیکھا ہے جو اپنے دوست سے ڈرتا ہو۔ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا۔ **اذا ذكرت خطيئتي نسيت خلتي**۔ جب مجھے اپنی لغزش یاد آتی ہے تو خلت بھول جاتی ہے۔

حضرت فضیل بن عیاض علیہ الرحمہ نے ایک دن نماز پڑھائی تو آپ نے سورہ یاسین تلاوت کی۔ جب آپ اس آیت پر پہنچے **ان كانت الا صيحة واحدة فاذاهم جميع لدينا محضرون** تو ان کا لڑکا علی بے ہوش ہوکر گرا۔ اور سورج طلوع ہونے تک اس کو افاقہ نہ ہوا۔ علی بن فضیل جب کوئی سورت پڑھنے لگتے تو اسے ختم نہ کرسکتے۔ اور سورۃ **اذا لزلت** اور سورۃ **القارعة** تو سن ہی نہیں سکتے تھے۔ جب وہ فوت ہوئے تو ان کا باپ فضیل ہنسا لوگوں نے پوچھا تو فرمایا۔ اللہ نے اس کی موت کو پسند کیا تو اللہ کے پسند کرنے کے لئے میں نے پسند کیا۔

میمون بن مہران فرماتے ہیں کہ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو سنا کہ وہ پڑھ رہا تھا۔ **وان جهنم لموعدهم اجمعين**۔ یہ سن کر آپ نے چیخ ماری اور سر پر ہاتھ رکھ کہ جنگل کی طرف نکل گئے۔

امام حسن بصری علیہ الرحمہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ ہنس رہا ہے۔ فرمایا اے جوان کیا تو پل صراط سے گزر چکا ہے۔ اس نے کہا نہیں فرمایا کیا تجھے معلوم ہے کہ تیرا ٹھکانہ جنت ہے۔ یا دوزخ اس نے کہا نہیں۔ فرمایا پھر یہ ہنسنا کیسا ہے۔ پھر وہ شخص کبھی ہنستا ہوا نہیں دیکھا گیا۔ سری سقطی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ میں ہر روز اپنی ناک کو کئی بار دیکھتا ہوں اس خوف سے کہ میرا منہ سیاہ نہ ہوگیا ہو۔ (اللہ اکبر) یہ ہیں پیشوائے دین **اللهم اجعلنا منهم**۔

زرارہ بن ابی اوفے نے فجر کی نماز پڑھی اور جب یہ آیت پڑھی **فاذا نقر في الناقور** تو بے ہوش ہوکر گرے۔ جب آپ کو اٹھایا گیا تو میت پائے گئے۔ بعض سلف جب آگ دیکھتے یا چراغ جلاتے تو جہنم کو یاد کرکے صبح تک روتے رہتے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو پوچھا گیا کہ خائفین کون ہیں۔ فرمایا جن کے دل بسبب خوف ایک پھوڑا سا بن گئے ہیں۔ اور ان کی آنکھیں روتی ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ جب موت ہمارے پیچھے ہے اور قبر ہمارے آگے اور قیامت ہمارے لئے وعدہ کی جگہ اور جہنم ہمارے لئے راستہ۔ اور اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہونا ہے پھر ہم کیسے خوش ہوسکتے ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک جانور کو دیکھ کر فرمایا۔ **يا ليتني مثلك يا طائر و لم اخلق بشرا**۔ کاش میں پرندہ ہوتا (تو عذاب سے مامون ہوتا) اور بشر نہ ہوتا۔

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ میں دوست رکھتا ہوں کہ میں درخت ہوتا، جو کاٹا جاتا۔ دوستو! سلف صالحین کی طرف خیال کرو۔ وہ کس قدر خوف الٰہی رکھتے تھے۔ اب تم اپنے خیالات پر غور کرو۔ کیا تمہیں کبھی آیات عذاب سن کر رونا آیا ہے، کبھی خوف الٰہی سے غش ہوا ہے، کبھی کلام الٰہی سنکر تمہارے بدن کے رونگٹے کھڑے ہوئے ہیں، اگر نہیں تو قساوت قلبی کا علاج کرو۔ اور کسی اللہ کے مقبول کی غلامی اختیار کرکے اس سے اپنے امراض باطنیہ کا علاج کراؤ۔ اللہ تعالیٰ اپنے شفاخانہ حقیقی سے تجھے شفا عنایت کرے گا اور ضرور کریگا کہ اس کا وعدہ سچا ہے۔

تمت بالخیر

صحابہ کرام کا جذبہ عشق رسول ﷺ

کائنات عالم میں عشق و محبت کی نہ جانے کتنی داستانیں بکھری پڑی ہیں۔ تاریخ اپنی آغوش میں ہزاروں ارباب محبت کو سمیٹے ہوئے ہے شعبہ محبت میں عشاق کی ایک طویل فہرست نظر آئے گی۔ مگر اس میں سے عاشقان مصطفیٰ ﷺ کی محبت اپنے اندر ایک انفرادی شان، نمایاں حیثیت اور جداگانہ انداز لئے ہوئے ہے۔ اصحاب رسول کی زندگی سے محبت کی صحیح تعبیر ہوتی ہے ان کی لافانی محبت آج بھی تاریخ کے زریں صفحات پر سنہرے حرفوں میں ثبت ہے۔ اور اس کی تابناک حقیقت کو غیر بھی سراہتے ہیں ان کی زندگی عشق رسول کا ایک ایسا مرقع ہے۔ جس کے سامنے غیروں کی گردنیں بھی عقیدتمندانہ انداز سے خم ہیں۔ صدیق اکبر ہوں یا فاروق اعظم، عثمان ذی النورین ہوں یا علی مرتضیٰ، عشرہ مبشرہ ہوں یا دیگر صحابہ ہر ایک کے دل سے محبت رسول کر سوتے پھوٹتے ہیں محبت کرنے والوں کی اس مقدس جماعت نے عشق و محبت کی صحیح صورت کائنات کے سامنے پیش کر کے کتاب محبت میں ارباب محبت کے لئے ایک نئے باب کا اضافہ کیا ہے۔ اس اجمال کی مختصری تفصیل ان کی زندگی کے آئینہ میں دیکھی جائے۔ تو استعارہ کنایہ کے حجابات اٹھ جائیں گے اور ان کے جذبہ عشق رسول کی مقدس داستان ابھر کر سامنے آجائے گی۔

فرزند صدیق اکبر، حضرت عبدالرحمان رضی اللہ عنہ، جنگ بدر میں مشرکین مکہ کے ہمراہ کفار قریش کی طرف سے لشکر اسلام سے زور آزمائی میں مصروف تھے۔ مشرف بااسلام ہونے کے بعد ایک روز شفیق باپ کی خدمت میں عرض کرتے ہیں۔ پدر بزرگوار! جنگ بدر میں ایک ساعت ایسی بھی آئی کہ آپ میری تلوار کی زد میں آگئے تھے اگر میں چاہتا تو بڑی آسانی سے آپ کو تہ تیغ کر سکتا تھا لیکن رشتہ ابوت نے میری کلائی تھام لی۔ اور میں نے آپ کی طرف سے صرف نظر کر لیا۔ صدیق اکبر کے جذبہ عشق نے انگڑائی لی۔ محبت رسول نے تیور بدلا۔ اور عشق رسول میں ڈوبی ہوئی ایک پر جلال آواز ابھری، وہ تمہارا کفر تھا جس نے

تمہیں پدری رشتہ کی یاد دلائی۔ اور تمہارے جذبہ مبارزت پر خونی رشتہ غالب ہو گیا۔ واللہ اگر میرے ساتھ یہی معاملہ پیش آتا اور تم میری تلوار کی زد میں آجاتے تو محبت رسول غالب آتی اور تلوار اپنا کام کر جاتی، چشم فلک بھی دیکھ لیتی کہ رسول کی خاطر ایک شفیق باپ نے اپنے چہیتے بیٹے کی گردن اڑا دی۔ (ابن عساکر)

قابل صد احترام ہے جذبہ صدیقی کہ دل کی گہرائیوں سے ابھرتا ہے اور کائنات کو انگشت بدنداں کر دیتا ہے۔ صدیقی عشق رسول کی عظمت نرالی شان رکھتی ہے۔ مال اپنا ہوتا ہے مگر محبت کہتی ہے اسے اپنا نہ کہو اپنا تو صرف محبوب ہے۔ بقیہ سب کچھ محبوب کا ہے۔ حضرت صدیق اکبر کے اس جذبے کی ترجمانی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت کرتی ہے۔ ان کی روایت کے مطابق سید کائنات ﷺ نے ایک روز ارشاد فرمایا۔ سرمایہ ابو بکر سے زیادہ مجھے کسی کی دولت سے فائدہ نہیں پہونچا، سرکار کے اس فرمان سے آتش محبت کو ہوا لگی اور دبی ہوئی چنگاری شعلہ جوالہ بن گئی۔ عشق صدیقی میں ہیجان برپا ہوا۔ اور دریائے محبت بشکل آنسو آنکھوں سے ابل پڑا۔ گریہ سامانی کرتے ہوئے عرض کیا۔ اے میرے آقا! محبوب و محب میں، میرا اور تیرا کیسا، میں بھی آپ کا اور میرا سب کچھ آپ کا، بہت پہلے ابو بکر کا تن من دھن سب آپ پر قربان ہو چکا ہے۔ اب ابو بکر کا حال کیسا؟ (احمد)

اللہ! اللہ! یہ ہے محبت صدیقی کہ مال اپنا ہے، مگر محبت کہتی ہے کہ اسے میرا نہ کہا جائے اگر محبوب بھی اس کو ابو بکر کا مال کہیں گے تو صدیق کا آبگینہ دل ٹوٹ جائے گا۔ حضرت صدیق کی زندگی کا ایک ایک لمحہ رضائے رسول اور عشق مصطفےٰ میں گذرتا تھا۔ آپ کی پسند و ناپسند سے بھی ہم آہنگ ہوئی تھی۔ اس کا اندازہ ہم کو اس سے ہوتا ہے کہ رسول خدا ﷺ کے چچا ابو طالب کا ایمان قبول کرنا، رسول کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کا سرور تھا اور دائرہ اسلام میں ان کا داخلہ رسول کی مسرت و شادمانی کا سبب اور انبساط و خوشی کا باعث تھا۔ سرکار آرزو فرماتے تھے کہ کاش چچا ابو طالب دولت ایمان سے ہمکنار ہو جائیں۔ حضرت صدیق پر جب یہ حقیقت منکشف ہوئی تو بارگاہ رسالت میں عرض کیا۔ یا رسول اللہ! قسم ہے اس ذات

وحدہ لاشریک کی، جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے۔ ابو طالب کا شرف ایمان
سے مشرف ہونا میرے لئے میرے والد ابو قحافہ کے دائرہ اسلام میں آنے اور غلامی رسول
قبول کرنے سے زیادہ عزیز و محبوب ہے کیونکہ مجھے وہی محبوب ہے جو سرکار کو محبوب ہے، مجھے
وہی پسند ہے جو سرکار کو پسند ہے۔ میری ساری مسرت و شادمانی سرکار کی رضا سے وابستہ ہے
جب ابو طالب کا ایمان قبول کرنا سرکار کو عزیز ہے تو بھلا میں اسے ناپسند کرنے کی جسارت کیسے
کرسکتا ہوں۔ (شفا شریف)

یہ تو تھا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا جذبہ عشق رسول اب بالاختصار حضرت
فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی محبت، تاریخ کے آئینہ میں ملاحظہ فرمائیے آپ کے جذبہ عشق
رسول کی شگفتگی ایسی ہے کہ عقل انسانی دنگ رہ جاتی ہے، ہوشمندی سر پٹک دیتی ہے، خرد کی
توانائی دم توڑ دیتی ہے کہ عشق و محبت کی ایسی دیوانگی تو کہیں نظر نہیں آتی۔ حضرت فاروق
اعظم، بارگاہ رسالت میں حاضر ہیں اور عرض کررہے ہیں۔ یارسول اللہ! آپ، مجھے میری عزیز
جان کے علاوہ کائنات کی ہر نعمت سے زیادہ عزیز ہیں ارشاد ہوا۔ لن یومن احدکم حتی
اکون احب الیه من نفسه تم میں سے کوئی مومن کامل ہو ہی نہیں سکتا جب تک کہ
میں اسے اس کی جان سے بھی زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ عمر ابھی تمہاری محبت نامکمل ہے اس
میں کمال پیدا کرو ارشاد نبی نے گردن فاروقی خم کردی۔ اب عرض کرتے ہیں، یارسول اللہ!
اب تو آپ مجھے میری عزیز جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں (شفا شریف)

انسان کو ماں، باپ، اولاد، عزیز و اقارب اور خونی رشتوں سے بڑی محبت ہوتی ہے۔
اور اپنی جان تو ہر ایک کو عزیز ہوتی ہے۔ دنیا میں جان سے زیادہ کوئی شے پیاری نہیں ہوتی مگر
جذبہ فاروقی نے رسول کے لئے والدین سے منہ پھیر لیا۔ اولاد کو ٹھوکر ماردی عزیز و اقارب
اور خونی رشتوں سے ناتا توڑ لیا۔ حتی کہ جان جیسی عزیز شے بھی محبوب کے قدموں میں ڈھیر
کردی۔ یہ تمام چیزیں تو سرکار کے قدموں کی خاک ہیں۔ اور یارسول اللہ! میرے لئے عزیز و
محبوب تو صرف آپ ہیں............ ہے کوئی دشت محبت کا شہسوار! جو اس کی نظیر پیش کرسکے

مجنوں اور فرہاد جیسے عشق و محبت میں مارے ہوئے آزمودہ کار بھی محبت فاروقی کے آگے
زانوئے تلمذ تہ کریں۔

عشق فاروقی کا ایک اور منظر بھی قابل دید ہے آپ حجر اسود کے سامنے کھڑے ہیں
اور جوش محبت میں اس کو مخاطب کرکے فرمارہے ہیں۔ تو ایک پتھر ہے تجھ میں نفع و ضرر کی
صلاحیت نہیں تیری ذات سے میرے لئے کوئی منفعت و مضرت نہیں۔ میں تجھے ہرگز بوسہ
نہ دیتا۔ اگر میری آنکھوں نے رسول خدا ﷺ کو تجھے چومتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا، میں تجھے اس
لئے چومتا ہوں کہ تجھے محبوب کے لب ہائے مقدس مس ہوئے ہیں، نسبت رسول کی وجہ سے
تجھے چوم رہا ہوں (شفا شریف)

محبت فاروقی کی جلوہ سامانی کا ایک اور دل کش پہلو بھی قابل دید ہے آپ نے مقام
ذوالحلیفہ میں دو رکعت نماز ادا کرکے فرمایا۔ میری نگاہوں نے آقا ﷺ کو جو کرتے ہوئے دیکھا
میں نے بھی وہی کیا۔ آقا ﷺ نے یہاں دو رکعت نماز ادا فرمائی تھی۔ عشق نے مجبور کیا کہ عمر
تم بھی یہاں اپنا سجدہ لٹاؤ۔ اس لئے اس دو رکعت کی ادائیگی ہوئی ہے۔ (شفا شریف)

مختصر یہ کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی محبت رسول بھی راہ محبت میں
سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔

اب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے جذبہ عشق رسول ﷺ کے کچھ تراشے
پیش ناظرین ہیں:

صلح حدیبیہ کے موقع پر قریش نے حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ کو
طواف کعبہ کی اجازت دے دی۔ عثمان! اگر تم چاہو تو صرف تمہارے لئے اجازت ہے، تم کعبہ
کا طواف کرسکتے ہو۔ مگر تمہارے رسول اور رفقاء اجازت سے مستثنی ہیں۔ طواف کعبہ
ایک عظیم عبادت ہے نصیب والوں کو یہ سعادت نصیب ہوتی ہے۔ حضرت عثمان کی یہ خوش
بختی ہے کہ انہیں طواف کی اجازت مل رہی ہے انہیں طواف کرلینا چاہیے مگر محبت کہتی ہے
کہ محبوب نے ابھی طواف نہیں کیا ہے، تم طواف کروگے؟ نہیں نہیں بغیر محبوب کے طواف

کرنے کا قصد بھی نہ کرتا۔ محبت کی اس آواز پر انہوں نے قریش کو جواب دیا۔ میری غیرت ایمانی یہ گوارہ نہیں کر سکتی کہ رسول ﷺ سے پہلے میں طواف کرلوں۔ میں اس وقت تک ہرگز طواف نہیں کر سکتا جب تک کہ سرکار ﷺ طواف نہ فرمالیں۔ (شفا شریف)

عثمانی عشق و محبت کی ایک اور روایت سے کائنات دل کو معمور کر لیجئے آپ کے آزاد کردہ غلام حضرت ابو سھلہ کا بیان ہے کہ ایک بار ہم نے دیکھا کہ سرکار حضرت عثمان سے سرگوشی فرمارہے ہیں۔ آپ کے گوش اقدس میں کچھ ایسی باتیں پہونچیں جس سے آپ کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا۔ شگفتہ چہرہ پژمردہ ہو گیا۔ پھر ایک زمانہ کے بعد وہ مہیب ساعت آئی۔ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بلوائیوں نے ان کے کاشانہ اقدس میں محصور کر دیا۔ ہم نے آپ سے عرض کیا۔ اب پانی سر سے اونچا ہو چکا ہے۔ پیمانہ صبر لبریز ہو گیا ہے۔ اب ان کی سرکوبی کی اجازت دیجئے۔ آپ نے فرمایا مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ میرے آقا نے مجھے مقابلہ کی نہیں بلکہ صبر و شکر کی وصیت فرمائی ہے (بیہقی)

قابل توجہ ہے یہ امر کہ جان خطرے میں ہے۔ کھانا، پانی، بند ہے۔ گھر سے باہر قدم نہیں نکال سکتے۔ جان کو عظیم خطرہ لاحق ہے۔ آپ کو حکم دے دینا چاہیے تھا کہ ہاں! ہاں! ان بلوائیوں کو روند ڈالو، صفحہ ہستی سے نیست و نابود کر دو، مگر آپ ایسا کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ کیونکہ محبت کہتی ہے کہ چاہے جان چلی جائے مگر محبوب کی وصیت پر آنچ نہ آنے پائے۔ آپ کا یہ جذبہ عشق ہی تھا کہ رسول کے ایک اشارہ پر آپ نے اونٹوں کی ایک کثیر جماعت' دیناروں کے کھنکتے ہوئے ہزاروں سکے مسجد نبوی کی تعمیر کے لئے زمین اور بیر رومہ خرید کر قدم مصطفیٰ ﷺ میں بچھا دیا (مشکوۃ شریف)

غرض کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی زندگی بھی عشق رسول کا گلدستہ ہے

مولائے کائنات حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی حیات طیبہ بھی عشق رسول سے معمور ہے ان کا ایک ہی فرمان اتنی جامعیت کا حامل ہے کہ محبت کے تمام شعبے اس میں سمٹ آتے ہیں۔ آپ سے کسی نے سوال کیا کہ آپ حضرات رسول خدا ﷺ سے کس انداز کی

محبت کرتے تھے۔ آپ کے جذبہ عشق کے کیا تیور ہوئے تھے؟ ارشاد فرمایا۔ لوگوں کو اپنا مال بہت عزیز ہوتا ہے، مگر ہم رسول کے سامنے مال کو ٹھوکر مارتے تھے۔ اپنی اولاد سے سب کو بے پناہ پیار ہوتا ہے، مگر ہماری اولاد رسول کی محبت کی بھینٹ چڑھتی تھی۔ والدین سے یک گونہ محبت ہوتی ہے، مگر محبت رسول کے سامنے والدین کی محبت بھی دم توڑتی نظر آتی۔ سخت پیاس کے وقت ٹھنڈا پانی جتنا محبوب ہوتا ہے اس کا اندازہ ایک پیاسا ہی کر سکتا ہے۔ مگر شدت تشنگی میں ہم سے پوچھا جائے کہ رسول کو اختیار کرتے ہو یا فرحت بخش ٹھنڈے پانی کو، تو قسم ہے خدائے وحدہ لاشریک کی! ہم سکون بخش ٹھنڈے پانی کو ٹھوکر مار کر اپنی جان قربان کر دیں گے۔ مگر ہم یہ کبھی گوارہ نہیں کر سکتے کہ رسول کو چھوڑ کر سرد پانی کی طرف نگاہ اٹھا دیں (شفا شریف)

خلفائے راشدین کے بعد دیگر صحابہ کی داستان عشق بھی ذہن نشین کرتے چلئے

حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما گروہ صحابہ میں ایک نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔ آپ کا پیر سُن ہو گیا ہے، آپ سے کہا گیا کہ کائنات میں جو سب سے زیادہ آپ کو محبوب ہو اس کو پکاریئے مرض سے نجات مل جائے گی' آپ نے فورا پکارا یا محمداہ! پکارتے ہی پیر درست ہو گیا۔ (نزھۃ الناظرین)

حاضرین کے ذہن میں خونی رشتوں کی ایک طویل فہرست ابھر آئی ہو گی۔ لیکن آپ نے سب کو پس پشت ڈال دیا اور صرف رسول کو پکار کر یہ اعلان کر دیا کہ پوری کائنات میں آپ کو سب سے زیادہ محبوب سرور کائنات ﷺ ہیں۔

ایک مقام پر آپ کی محبت دیوانگی کے روپ میں نظر آتی ہے۔ آپ کے ہاتھ میں اونٹ کی مہار ہے اور اونٹ کو کبھی اس گلی میں لے جاتے ہیں اور کبھی اس گلی میں لے جاتے ہیں کبھی اس گلی کو گذرگاہ بناتے ہیں، کبھی ادھر کا رخ کرتے ہیں، کبھی ادھر کا۔ ان سے سوال کیا گیا حضور والا! یہ کیا ہو رہا ہے؟ ارشاد فرمایا، یہ تو مجھے بھی نہیں معلوم میں تو اتنا جانتا ہوں۔ کہ ایک روز میں نے اپنے آقا کو اسی انداز میں دیکھا تھا۔ محبت نے مجبور کیا کہ عبد اللہ! محبوب کی اداؤں

کو دھراؤ۔ اور میں سرکار کی اداؤں کی نقل کرنے لگا۔ (شفاشریف)

جو لوگ آداب محبت سے بیگانہ ہیں۔ عشق کے تقاضوں سے ناآشنا ہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی زندگی کا ایک ایک گوشہ انہیں دعوت فکر دیتا ہے آپ اکثر و بیشتر منبر رسول کے پاس کھڑے ہوتے اور منبر رسول پر رسول کے تشریف فرما ہونے کی جگہ ادب سے ہاتھ رکھتے اور پھر اسے اپنے چہرے پر مل لیتے تھے (شفاشریف)

عقل کہتی ہے کہ ایک منبر کی کیا حیثیت ہے۔ لکڑی کا ڈھانچہ ہے۔ ادنیٰ حقیقت رکھتا ہے۔ جب وہ خود مقدس نہیں۔ تو اس سے تقدس کیسے حاصل ہوگا، مگر محبت عبداللہ کہتی ہے کہ اسے رسول کے مقدس جسم سے نسبت ہے۔ مقدس سے نسبت رکھنے والا بھی مقدس ہوتا ہے۔ لہٰذا ایسی چیزوں سے تقدس حاصل کرو۔ محبت رسول میں آپ کی وارفتگی کا یہ عالم تھا کہ آپ ہمیشہ دباغت شدہ اور زرد رنگ کا کالا جوتا پہنتے تھے کیونکہ آپ نے سرکار کو ہمیشہ ایسے ہی نعلین میں دیکھا تھا (شفاشریف) محبت کا تقاضہ بھی یہی ہے۔ کہ چلتی پھرتی چیزوں میں بھی محبوب کی پسند کو مدنظر ہونا چاہیے۔

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا جذبہ عشق بھی کسی سے پیچھے نہیں ہے۔ ان کی دیوانگی کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ ان کے کاشانہ اقدس پر سرکار کے قیام کے دوران میں گھر کے اندر جو کچھ پکتا سب رسول کی بارگاہ میں پیش ہو جاتا۔ سرکار اس میں سے حسب اشتہا تناول فرمالیتے تھے جب بچا ہوا کھانا گھر پہنچتا تو رسول کے متوالوں کا حال قابل دید ہوتا تھا۔ عشق رسول میں سرشار خاندان کھانے میں رسول کے نشان انگشت تلاش کر کے وہیں سے لقمہ لینے کی کوشش کرتا تھا۔ ایک روز بارگاہ رسالت سے کھانا واپس آیا۔ نشانہائے انگشت کی تلاشی ہوئی مگر ایک نشان بھی نہ ملا۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسالت میں مضطربانہ عرض کیا۔ یارسول اللہ! آج آپ نے کھانا تناول نہیں فرمایا۔ خدانخواستہ طبیعت تو ناساز نہیں ہے۔ رسول نے ارشاد فرمایا، کھانا نہ کھانے کا سبب یہ ہے کہ آج کھانے میں کچا لہسن پڑا ہوا ہے اور کچا لہسن مجھے پسند نہیں۔ عرض کیا، یارسول اللہ! جب آپ کو کچا لہسن پسند

نہیں تو میں بھی آج سے کبھی کچا لہسن استعمال نہیں کروں گا اور پھر انہوں نے زندگی کے آخر لمحہ تک کچے لہسن کو ہاتھ بھی نہیں لگایا۔ (جواہر البحار شریف)

عشق و محبت کی یہی وہ منزل ہے جہاں کھری کھوٹی محبت بے نقاب ہو جاتی ہے عقل کہتی ہے کہ یہ ضروری نہیں کہ کھانے پینے کے معاملہ میں اپنی پسند کو رسول کی پسند کا پابند کیا جائے۔ اور محبت کہتی ہے کہ وہ عقل والوں کا شیوہ ہوگا۔ اہل محبت کا انداز فکر تو یہ ہے کہ محبوب کی ناپسند کی طرف نگاہ اٹھانا بھی توہین محبت ہے۔ لہسن حرام نہیں، ناجائز نہیں۔ اس کے استعمال میں کوئی شرعی قباحت نہیں مگر جب محبوب نے اسے ناپسند فرمادیا۔ تو محب کے لئے اس کا استعمال نازیبا ہے۔

حضرت زید ابن وثنہ رضی اللہ عنہ کی والہانہ محبت بھی تاریخ کے سینے میں ایک تابناک حیثیت رکھتی ہے۔ جب شہید کرنے کے لئے ان کو حدود حرم سے باہر نکالا گیا۔ اور وہ مقتل میں پہونچے تو ابوسفیان ابن حرب نے کہا۔ زید اس وقت تو تمہارے دل میں یہ خواہش کروٹ لے رہی ہوگی کہ محمد (ﷺ) تمہاری جگہ ہوتے۔ ان کی گردن زدنی ہوتی اور تم اپنے اہل و عیال میں مصروف عیش ہوتے۔ محبت رسول کا متوالا تڑپ اٹھا۔ حضرت زید مضطرب ہو گئے۔ ارشاد فرمایا۔ ابوسفیان اپنے پیشواؤں سے متعلق تمہارا یہ طریقہ فکر ہو سکتا ہے۔ مگر میں تو یہ تصور بھی نہیں کر سکتا۔ کہ رسول کسی ایسی جگہ تشریف رکھیں جہاں آپ کے پائے مبارک میں ایک کانٹا بھی چبھ جائے اور میں اپنے خاندان میں آرام پذیر رہوں۔ قسم ہے خدائے ذوالجلال کی! ہمیں سر کٹا دینا محبوب ہے مگر یہ گوارہ نہیں کہ آقا کے قدم میں ایک کانٹا بھی چبھے۔ اس ناقابل تردید حقیقت کو دیکھ کر ابوسفیان نے بھی بے ساختہ کہہ دیا۔ اصحاب محمد (ﷺ) جس انداز کی محبت، محمد (ﷺ) سے کرتے ہیں ہم نے کسی کو بھی کسی سے بایں انداز محبت کرتے نہیں دیکھا۔ (شفاشریف)

بروایت شفاشریف حضرت عمر ابن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول خدا ﷺ سے زیادہ کائنات کی کوئی نعمت عزیز و محبوب نہیں۔

سید کائنات ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کی محبت بھی اپنے
اندر ایک ندرت لئے ہوئے ہے۔ رسول سے جدائی آپ کے لئے ناقابل برداشت ہوتی تھی۔
اگر کبھی رسول کو نہ دیکھتے تو بے قرار ہو جاتے تھے۔ ایک روز بارگاہ مصطفیٰ ﷺ میں عجیب انداز
سے حاضری دیتے ہیں۔ چہرے کا رنگ اڑا ہوا ہے، حالت خستہ ہے، بشرے سے حزن و ملال
پھوٹ رہا ہے۔ سرکار نے فرمایا، ثوبان آج تمہارا انداز کیوں بدلا ہوا ہے۔ خیریت تو ہے۔ چہرا
اترا ہوا کیوں نظر آرہا ہے۔ عرض کیا، یارسول اللہ! مجھے کوئی شکایت نہیں ہے۔ میں کسی مرض
کا شکار نہیں ہوں۔ مجھے کوئی تکلیف نہیں ہے۔ صرف یہ درد مجھے ستارہا ہے۔ کہ آقا کی زیارت
نہیں ہو پاتی۔ جب دیدار کی تڑپ رہتی ہے۔ دل بے قرار ہوتا ہے تو مضطربانہ حاضری کا شرف
حاصل کرتا ہوں۔ مگر اے میرے آقا یہاں تو زیارت کی کوئی نہ کوئی صورت نکل آتی ہے۔
آخرت کا خوف دامن گیر ہے کہ وہاں سرکار انبیاء کرام کے ساتھ مقام رفیع میں جلوہ فرما ہوں
گے۔ اور خوش نصیبی سے اگر جنت میرے حصہ میں آئی تو ادنیٰ مقام پر میں محدود رہوں گا۔ اور
اگر خدانخواستہ جنت ہی سے محروم ہو گیا تو پھر آقا کی زیارت کے شرف کی کیا صورت ہو گی؟
دونوں صورتوں میں آپ کی زیارت سے ہمیشہ محرومی رہے گی۔ یہی فکر مجھے مبتلائے وحشت
کئے ہوئے ہے اس فکر میں دبلا ہوتا جارہا ہوں۔ محبت کے ماروں کی آرزو پوری نہ ہو۔ یہ کیسے
ہو سکتا ہے، عشق و محبت کی یہ آہ باب اجابت تک پہونچ گئی۔ اور وہاں سے فوراً پیام مسرت بھی
آگیا۔

من يطع الله والرسول فاولئك مع الذين انعم الله عليهم من
النبيين والصديقين والشهداء والصالحين و حسن اولئك رفيقاً

خدا اور رسول کے اطاعت شعار، بارگاہ خداوندی کے انعام یافتہ نبیین، صدیقین، شہداء اور
صالحین کے ہمراہ ہوں گے۔

سرکار نے حضرت ثوبان کو خدا کا یہ پیغام سنادیا۔ گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ یہاں
ساتھ ہو تو تمہاری محبت وہاں بھی تمہیں میری ہمراہی میں رکھے گی۔ (نزھتہ الناظرین)

جس صحابی پر نظر ڈالو، وہ رسول کا جاں نثار نظر آتا ہے۔ ہمیں کوئی بھی ایسا نہیں ملتا
جس کے اندر جذبہ محبت کی کار فرمائی نہ ہو۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا جذبہ عشق
ملاحظہ ہو۔ آپ اپنی ٹوپی میں سرکار کے موئے مبارک عقیدت و محبت سے رکھتے تھے ایک
موقع پر عین جنگ میں ٹوپی سر سے گر گئی۔ عقیدت بھرا دل تڑپ اٹھا۔ ٹوپی میں سرکار کے
موئے مبارک ہیں، کہیں اس پر کسی کا پیر نہ پڑ جاوے۔ اگر ایسا ہو گیا تو پھر عقیدت کی بڑی
رسوائی ہو جائے گی۔ فوراً کسی خطرے کی پرواہ کئے بغیر جنگ کی طرف سے توجہ ہٹا کر باز کی
طرح ٹوپی پر جھپٹے اور عقیدت سے ٹوپی کو سر پر رکھ لیا۔ صحابہ کرام نے ان کے اس فعل کو
ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا اور تنقیداً کہہ بھی دیا۔ خالد یہ کہاں کی ہوش مندی ہے کہ ایک
معمولی سی ٹوپی کے لئے اپنے کو خطرات کے حوالہ کر دیا جائے۔ آپ نے فرمایا ٹوپی کی وجہ سے
یہ فعل مجھ سے سرزد نہیں ہوا بلکہ یہ محبت بھری حرکت تعظیم رسول کی وجہ سے ہوئی ہے۔
میری معمولی ٹوپی میں رسول کے گرانقدر موئے مبارک تھے میں نے سوچا موئے مبارک کی
کہیں بے حرمتی نہ ہو جائے۔ کہیں اس کی برکت مجھ سے سلب نہ ہو جائے۔ اس لئے جذبہ
محبت نے اس حرکت پر مجبور کیا۔ موئے مبارک کی کہیں بے حرمتی نہ ہو جائے۔ لہذا موئے
مبارک کی حرمت کے تحفظ کے لئے میں ٹوپی پہ جھپٹ پڑا۔ (شفا شریف)
محبت بلالی آواز دیتی ہے۔ اب ذرا اس کی طرف اپنی توجہ مبذول کیجئے حضرت بلال
رضی اللہ عنہ سخت بیمار ہیں بچنے کے آثار مفقود ہو چکے ہیں قریب مرگ ہیں۔ عالم جانکنی کو دیکھ
کہ ان کی بیوی تڑپ اٹھیں۔ اور ان کی غم میں ڈوبی ہوئی آواز ابھری و احز ناہ ہائے حزن و
ملال کہ رفیق زندگی ساتھ چھوڑ رہا ہے، میری کائنات اجڑ رہی ہے، گوش بلال میں یہ درد
بھری آواز پہونچی تو آپ نے فوراً اس کی تردید کی۔ غم کی کیا بات ہے واطر باہ! وائے
خوشیوں کا ہجوم کہ کل میں اپنے محبوب، رسول خدا ﷺ اور ان کی محبوب جماعت کی زیارت کا
شرف حاصل کروں گا۔ یہ تو مقام خوشی ہے نہ کہ غم (شفا شریف)

صحابہ کرام کا جذبہ عشق کبھی کبھی ایسی نرالی صورت اختیار کر لیتا تھا کہ دیکھنے والے عش عش کر کے رہ جاتے تھے۔ حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کے سر میں پیشانی کے اوپر بالوں کا ایک گچھا رہتا تھا۔ جب وہ اسے کھول کر اس میں کنگھا کرتے تو بالوں کی لٹ زمین بوس ہو جاتی تھی ان سے دریافت کیا گیا کہ اسے کٹا کیوں نہیں دیتے۔ کیا اس کی بقا میں کوئی حکمت پوشیدہ ہے ؟ انہوں نے کہا سبحان اللہ انہیں کٹانے کا مشورہ دیا جا رہا ہے ان بالوں سے میرے آقا کے دست مبارک مس ہوئے ہیں۔ یہی تو میرے لئے سرمایہ آخرت ہیں۔ میں انہیں کٹانے کی جسارت کیسے کر سکتا ہوں۔ (شفا شریف)

صحابہ کرام کے جذبہ عشق رسول کے چند اور تراشے پیش قارئین ہیں --------

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ دیکھا کہ سرکار پیالے میں کدو تلاش کر رہے ہیں۔ اور ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر کدو تناول فرما رہے ہیں۔ سمجھ گئے کہ آقا کو کدو غایت درجہ مرغوب ہے۔ اسی دن سے وہ بھی کدو کو پسند فرمانے لگے۔ اور ان کے لئے کدو جیسی محبوب و مرغوب غذا کوئی نہ رہی (شفا شریف)

حضرت امام حسن بن علی، حضرت عبد اللہ ابن عباس اور ابن جعفر رضی اللہ عنہم پر مشتمل ایک مقدس جماعت حضرت سلمہ رضی اللہ عنہا کے حضور حاضر ہوئی اور اس خواہش کا اظہار کیا کہ آج آپ ایسا کھانا بنایئے جو سرکار کو مرغوب تھا تاکہ ہم بھی اسے اپنی مرغوب غذا بنا لیں۔ (شفا شریف)

یہ تو انفرادی انداز سے صحابہ کرام کا جذبہ محبت پیش ہوا۔ اب اجتماعی روپ میں ان کی دیوانگی کا سوز و گداز ملاحظہ فرمایئے ...... حضرت اسحاق تجیبی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول محتشم کے وصال کے بعد اصحاب رسول انتہائی خشوع کے ساتھ ذکر رسول کرتے تھے اور بوقت ذکر ہیبت سے ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے اور وہ محبت رسول میں اکثر گریہ سامانی کرتے تھے۔ (شفا شریف)

یہ بھی محبت کا ایک انداز ہے کہ محبوب کا ذکر تعظیم و توقیر سے کیا جائے۔ اور توقیر

رسول کو ایمانی جزو سمجھا جائے..... حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اصحاب رسول ﷺ احترام محبوب میں، باب رسول پر اپنے ناخنوں سے دستک دیتے تھے تاکہ سماعت محبوب پر گراں نہ گزرے۔ (شفا شریف)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی نگاہوں سے دیکھا کہ رسول خدا ﷺ اپنے موئے مبارک اتروا رہے ہیں اور عاشقان رسول موئے مبارک کے حصول کے لئے پروانہ وار آپ کا طواف کر رہے ہیں۔ سرکار کے سر سے اگر ایک موئے مبارک جدا ہوتا ہے تو کسی نہ کسی کے ہاتھ میں پڑتا ہے ایک بھی بال زمین پر گرنے نہیں پاتا۔ (شفا شریف)

حضرت عروہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ قریش کے نمائندہ کی حیثیت سے جب سرکار کی بارگاہ میں پہنچے تو دیکھا کہ رسول خدا ﷺ وضو فرما رہے ہیں اور اصحاب رسول ان کا احاطہ کئے ہوئے ہیں۔ رسول کے دیوانے چاروں طرف شمع رسالت کا طواف کر رہے ہیں جسم اقدس سے وضو کا پانی جدا ہوتے [illegible] نہیں پاتا کہ پروانے اسے اپنے ہاتھوں میں روک لیتے ہیں کسی نے شوق محبت میں پیالہ آگے بڑھا [illegible] وضو کا مستعمل نصیب ہو جائے۔ وارفتگی کا یہ عالم ہے کہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ پانی کے حصول کے لئے آپس میں لڑ پڑیں گے۔ رسول [illegible] جب دہن [illegible] زمین پر ڈالتے ہیں۔ [illegible] صاف کرتے [illegible] اسے زمین تک پہنچنے نہیں دیتے بلکہ دیوانہ وار اسے اچک لیتے ہیں۔ کوئی اسے اپنے چہرے پر مل رہا ہے، کوئی سینے پر مل رہا ہے، کوئی جسم کے دیگر حصوں کو [illegible] رہا ہے۔ آپ کا کوئی موئے مبارک اگر ٹوٹتا ہے تو یہ دیوانے اس کے حصول کے لئے آپس میں متصادم ہو جاتے ہیں۔ رسول انہیں کوئی حکم دیتے ہیں۔ تو ان کی تعمیل کے لئے ہر شخص پیش قدمی کرتا ہے اور ہر شخص کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ میرے ہی ہاتھوں یہ کام انجام پذیر ہو۔ جب وہ اپنے رسول کے حضور گفتگو کرتے ہیں۔ تو آواز پست رکھتے ہیں۔ رسول کی تعظیم و توقیر بجا لانے کا انداز یہ ہوتا ہے کہ رسول سے آنکھیں نہیں ملاتے۔ بلکہ نگاہیں نیچی رکھتے ہیں۔ حضرت عروہ ابن مسعود دیوانگان رسول کی یہ دیوانگی دیکھتے جاتے تھے اور حیرت سے ان کی آنکھیں پھیلتی جاتی